حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ کی رضا کے ساتھ خداوند عالم کی خوشنودی وابستہ ہے اور باپ کے غصے کی وجہ سے خدا تعالیٰ بھی ناراض ہوجاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna,
S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت
نئی دہلی

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ پاور دھوپ کے

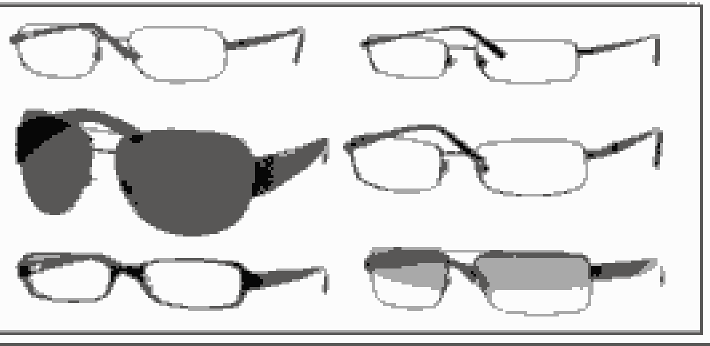

چشمے ہی چشمے

چشمہ ساگر معترگنج، شہر اعظم گڑھ، (یوپی)

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۲۳ ● ۱۰/مارچ ۲۰۰۹ء ● 10 Mar. 2009 ● منگل ● ۱۲/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ ● قیمت= Rs.5/ ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲/ریال ● Posting: 8 Mar. 2009 Sunday ●

سوڈانی صدر کیخلاف یہ کارروائی خطے کیلئے نقصاندہ ہوسکتی ہے

آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ ہیگ کی بین الاقوامی کرمنل عدالت نے سوڈان کے صدر عمر البشیر کے خلاف دارفور میں جنگی جرائم کے الزام میں گرفتاری کا وارنٹ جاری کردیا لیکن کیا اس پر عمل ہوسکے گا۔ یہ اپنے آپ میں قانونی ماہرین کے درمیان موضوع بحث بنا ہوا ہے اور اس کی دو وجوہ ہیں ایک تو عمر البشیر ایک مملکت کے سربراہ ہیں، دوسرے سوڈان بین الاقوامی کرمنل کورٹ کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا کیونکہ اس کے کئے ہوئے معاہدہ میں وہ شامل نہیں ہے۔ اس نے ابھی تک اس پر دستخط نہیں کئے ہیں اس لئے سوڈان شروع سے یہ کہتا رہا ہے کہ وہ بین الاقوامی عدالت کے فیصلے کا پابند نہیں ہے۔ اگر وہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتی ہے تو وہ اپنے حدود سے تجاوز کرے گی۔

۲۰۰۲ء میں قائم ہیگ کی عدالت نے پہلی بار کسی سربراہ مملکت کے گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا وہ بھی ایسے ملک کے سربراہ کے خلاف جس کا اس عدالت سے کوئی لینا دینا نہیں ہے اور سوڈان ہی واحد ملک نہیں ہے جس نے بین الاقوامی عدالت کے قیام کے معاہدے پر دستخط نہیں کئے ہیں بلکہ اس کی طرح اور بھی بہت سے ممالک نے، جنہیں اپنے خلاف مواخذے کا ہمیشہ ڈر رہتا ہے، ہیگ کی عدالت کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ ان کے خلاف جب بھی کوئی معاملہ ہیگ کی عدالت میں پہنچتا ہے اور وہ کوئی فیصلہ سناتی ہے تو اسی طرح کی صورت حال پیدا ہوتی ہے جس طرح اس وقت سوڈانی صدر کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہے۔

بین الاقوامی عدالت کے سہ رکنی پینل نے سوڈانی صدر کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے خلاف سوڈان کے مقامی نسلی گروپ کی نسل کشی کا الزام شامل نہیں کیا گیا ہے۔ کیونکہ استغاثہ اس بارے میں ٹھوس شواہد فراہم نہیں کرسکا البتہ جنگی جرائم، انسانیت کے خلاف جرائم، قتل، زبردستی ترک مکانی کرانا اور دیگر جرائم میں وارنٹ جاری کیا گیا ہے۔ عدالت کے ترجمان لارینس بلیرون کا کہنا ہے کہ عمر البشیر سربراہ مملکت ہونے کی حیثیت سے جرائم کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔

کورٹ کا مذکورہ فیصلہ ایسے وقت آیا جب حال ہی میں بڑی مشکل سے دارفور میں جنگ بندی کا اعلان ہوا ہے ورنہ ایک اندازے کے مطابق دارفور میں حکومت سوڈان اور عسکریت پسندوں کے درمیان لڑائی میں کم ازکم تین لاکھ افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔ بین الاقوامی عدالت نے دارفور میں سوڈانی حکومت کے اقدامات پر مقدمہ چلانے کے لئے انہیں عدالت میں پیش کرنے کی منظوری دی ہے۔ عدالت کے فیصلہ کے خلاف سوڈان میں جس طرح کے احتجاج ہورہے ہیں اور صدارتی ترجمان محجوب فدول اور صدارتی مشیر مصطفی عثمان اسماعیل نے جس طرح کا ردعمل ظاہر کیا ہے اس سے دارفور میں جنگ بندی اور قیام امن میں پیش رفت پر سوالیہ نشان لگ سکتا ہے۔ سوڈانی عوام اور صدر کے حامی بین الاقوامی عدالت کے فیصلہ کے خلاف پرزور احتجاج کررہے ہیں۔ صدارتی ترجمان نے یہ کہہ کر ایک طرح عدالتی فیصلے سے بیزاری کا اظہار کیا ہے کہ ہم عدالت کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے فیصلے کی کوئی پرواہ ہے جب کہ صدارتی مشیر نے یہ کہہ کر عوام کی ناراضگی کو اور بھی بڑھا دیا ہے کہ یہ عدالت جدید نوآبادیاتی نظام کا حصہ اور سامراجی نظام کا آلہ کار ہے۔ ہمیں اس سے بالکل اسی فیصلے کی توقع تھی اور ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ہوگا کہ سوڈان کو نشانہ بنانے کی کارروائی کوئی نئی بات نہیں ہے۔

سوڈانی صدر کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری ہونے کا خطرہ پہلے سے تھا، اس کا احساس خود سوڈانی صدر کو بھی تھا، انہوں نے پچھلے دنوں اس معاملہ پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ سوڈان بین الاقوامی عدالت کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا اس لئے اسے میرے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ عرب لیگ، چین، مصر اور افریقی یونین نے بہت کوشش کی تھی کہ اس معاملے کو ملتوی رکھا جائے کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ اس سے ایک تو قانونی بحران پیدا ہوگا، دوسرے دارفور میں قیام امن کے لئے جو مذاکرات ہورہے ہیں یا جو کوششیں چل رہی ہیں وہ متاثر ہوں گی۔ بلاوجہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگا اور خطے میں عدم استحکام کی صورت حال پیدا ہوسکتی ہے۔

مغربی ممالک جو تیل کی دولت سے مالا مال جنوبی سوڈان کے علاقہ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہے ہیں ان کی ہمیشہ کوشش یہی رہی ہے کہ یہ سوڈان کسی طرح سوڈان کے کنٹرول سے آزاد ہوجائے پھر وہاں ان کی اجارہ داری قائم ہوجائے۔ اسی لئے انہوں نے بنیادی مسئلہ کو حل کرنے کے بجائے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ وہاں سوڈان کا عمل دخل ختم ہوجائے اور دارفور کو آزادی مل جائے، لیکن ابھی تک وہ اسے نیم خودمختار بنانے میں کامیاب ہوسکے ہیں۔ ان کی یہ بھی کوشش تھی کہ تشدد زدہ علاقوں میں بین الاقوامی امن فورس تعینات کردی جائے جس کی مخالفت سوڈان کرتا رہا ہے۔

بین الاقوامی عدالت کی مذکورہ کارروائی سے مغربی ممالک خصوصاً امریکہ، برطانیہ اور فرانس کافی خوش ہیں، ان کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ یہ وارنٹ ہی کا خوف تھا کہ اچانک حکومت سوڈان کی سوچ بدل گئی اور اس نے جنگ بندی کا اعلان کردیا۔ امریکی اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے ترجمان رابرٹ ووڈ کا کہنا ہے کہ جن لوگوں نے مظالم کا ارتکاب کیا ان کو انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کرنا چاہئے جب کہ انسانیت کے خلاف جرائم کے معاملے میں خود امریکہ کا ریکارڈ پوری دنیا میں خراب ہے۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف اس کی پوری جنگ ہی انسانیت کے خلاف جرم ہے۔ جب بھی فلسطین میں اسرائیلی جارحیت اور درندگی اور حالیہ غزہ حملے میں جنگی جرائم کا مقدمہ چلانے کی بات کی جاتی ہے تو سب سے پہلے امریکہ اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسرائیل کے لئے ڈھال بن جاتا ہے۔ خود امریکہ نے بین الاقوامی عدالت کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ اب چونکہ اس کے مطلب کا فیصلہ وہاں سے صادر ہوا ہے اس لئے اس سے فائدہ اٹھانے کے درپے ہے لیکن فیصلے کے کتنے خطرناک اثرات سوڈان اور دارفور میں مرتب ہوں گے اس کی اسے کوئی فکر نہیں۔

(ص ن)

اس کارروائی کا مقصد کیا ہے؟

انگریزوں نے ہندوستانیوں کو کچلنے اور داب کر رکھنے کی غرض سے پولیس کا نظم اس طرح بنایا تھا کہ اس کو اپنے ہم وطن شہریوں کا قتل، مارپیٹ زدوکوب ظلم واستحصال اذیت رسانی اور عقوبت، نوکری کرنے کے لئے ضرورت اور مجبوری تھی۔ تحریک آزادی میں حصہ لینے والوں نے بھی پولیس کے ہاتھوں ان تمام مسائل کا سامنا کیا تھا۔ تحریک آزادی کے آخری دور کے لیڈروں نے انگریزوں سے جہاں اور بہت سی چیزیں سیکھی تھیں ان میں خود اپنے ہم وطنوں کو کچلنا، انہیں داب کر رکھنا، قتل وغارت گری زدوکوب استحصال، اذیت رسانی اور عقوبت بھی شامل ہیں۔ جس کے لئے وہ انگریزوں کی طرح خود پولیس ہی کو استعمال کرتے ہیں کہ انگریز تو غیر ملکی تھے غیر قوم تھے وہ ہندوستانیوں کو غلام بنائے ہوئے تھے، جب کہ دیسی حکمراں خود اس ملک کے ہیں ہم قوم ہیں۔ آقا اور غلام کا تصور نہیں سب باہم ہم وطن ہم قوم بھائی بھائی ہیں لیکن عملاً دیسی حکمراں انگریزوں کے پڑھائے ہوئے سبق اور تربیت وٹریننگ کے مطابق ہی کرتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے نہ پولیس کے نظام کے میں کوئی تبدیلی کی نہ ہی پولیس ایکٹ اور قانون میں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر روز کہیں نہ کہیں پولیس کے ظلم وستم، حبس بیجا، فرضی مڈبھیڑوں حوالاتی وحراستی موت، زدوکوب، رشوت لے کر الٹا شکایت کنندہ کو پھانس دینا یا اس کی شکایت کو نظرانداز کرنا اور رشوت لے کر جرائم پیشہ افراد کو چھوڑ دینا جیسی شکایتیں منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔

اسی طرح کا ایک تازہ سنگین مظاہرہ غازی آباد پولیس کے ہاتھوں دو مسلم نوجوانوں فیروز اور رئیس کا مڈبھیڑ میں مارا جانا ہے جس پر سوائے پولیس افسران وملازمین کی پشت پناہی کرنے والے حکمراں طبقہ اور ہندوتوادی مسلم دشمن عناصر کے کوئی یقین نہیں کررہا ہے۔ چنانچہ دہلی سے شائع ہونے والے اخبارات بھی اس مسئلہ پر تین حلقوں میں بٹے ہوئے نظر آرہے ہیں کہ جہاں بیشتر انگریزی اخبارات نے اپنی کوئی رائے ظاہر کئے بغیر جیسا کہ مسلمانوں کے بارے میں ان کا عام رویہ رہتا ہے محض پولیس کی رپورٹ اور بیان کو ہی شائع کرنے پر اکتفا کیا ہے جب کہ دی پائنیر کے لئے غازی آباد سے رپورٹنگ کرنے والے ایس پی سنگھ نے اپنے مسلم دشمن ریکارڈ میں حسب روایت ایک اور اضافہ کرلیا ہے۔ جس نے مرنے والوں کو "مشتبہ لٹیرے" تو لکھا ساتھ ہی ایس پی سٹی اننت دیو کے حوالہ سے طرح طرح کے شگوفے بھی چھوڑے ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ ضلع ایم ایم جی اسپتال میں شام کے تقریباً ۶ بجے ۱۳۰۰ افراد پر مشتمل بھیڑ نے پولیس والوں پر حملہ کردیا جب وہ لاشوں کا پنچنامہ بھر رہے تھے۔ بھیڑ نے لاشیں چھیننے کی کوشش کی اور پتھراؤ کے نتیجہ میں دو کانسٹبلوں ستیش چندر اور وپن کمار کو سروں اور آنکھوں پر شدید چوٹیں آئیں۔ ایس پی سنگھ نے زخمی کانسٹبلوں کا علاج کرنے والے ڈاکٹروں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ستیش کی دونوں آنکھیں جاتی رہی ہیں اور اس کا سر بری طرح کچلا گیا ہے وپن کو بھی ایسے ہی زخم آئے ہیں اور بتایا ہے کہ بے قابو بھیڑ نے دو پولیس جیپ اور تین موٹر سائیکلیں جلا ڈالیں اور سڑک پر چلنے والی بسوں کو بھی نقصان پہنچایا۔ ایس پی سنگھ کا کہنا ہے کہ اس سے پہلے چار جرائم پیشہ افراد نے نوشاد نامی ایک شخص سے ایک کوالس جیپ چھین لی اور اس کے پاس موجود سامان لوٹ لیا۔ لٹیروں نے اس کو جج ہاؤس کے پاس مردہ سمجھ کر ڈال دیا لیکن اس کو ہوش آگیا اور اس نے جی ٹی روڈ پر پہنچ کر پولیس پٹرول کی گاڑی والوں کو سب کچھ بتادیا کہ وہ دہلی کے اوکھلا علاقہ میں اپنی بہن طاہرہ سے ملنے کے لئے جارہا ہے۔ مجرموں نے رات کے ڈیڑھ بجے سیکٹر ۵ کے پاس اس سے لفٹ مانگی اور پھر گاڑی اور سامان لوٹ کر شاہراہ پر مرنے کے لئے چھوڑ گئے۔ اس کے بعد پولیس والوں کو ساڑھے چار بجے مجرم اس علاقہ میں سی آئی ایس ایف کے پاس مل گئے۔ مجرموں نے پولیس پر فائرنگ کی جس سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ ۱۵ منٹ کی فائرنگ کے بعد دو مجرم مرگئے اور دو بچ کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگئے۔ پولیس نے ان سے کوالس گاڑی، گن اور ایمونیشن برآمد کیا ہے۔ تیسری طرف ہندوستان (ہندی) نے سرخی ہی یہ لگائی ہے "پولیس کی کہانی میں پیچ ہی پیچ"۔ اخبار کے نمائندوں آدتیہ بھاردواج اور نچکے گری نے لکھا ہے "آدھی رات کو لوٹ، صبح سویرے انکاؤنٹر، دو مجرم مارے گئے اور دو بھاگ نکلے۔ پھر وہی کہانی۔ پھر ویسے ہی داؤ پیچ۔ لٹیرے واردات کے چار گھنٹے بعد تک لوٹی ہوئی کوالس کو لے کر اندراپورم کے علاقہ میں ہی کیوں گھوم رہے تھے؟ آمنے سامنے کی لڑائی میں پولیس کی ایس کے ۴۷ رائفل، پستول آگ اگل رہی تھیں تو دیسی طمنچے تھامے بدمعاش کیسے اندھادھند فائرنگ کرتے رہے؟ سخت گھیرابندی کے بعد بھی دو مجرم بھاگ کیسے نکلے؟ پولیس جب بھی انکاؤنٹر اسٹوری سناتی ہے تو اپنی ہی کہانی میں الجھ کر رہ جاتی ہے۔ اندراپورم کے زیر تذکرہ ایس او جتندر کالراس سے پہلے وطن دورالیا مڈبھیڑ کیس میں تنازعات کے گھیرے میں آئے تھے۔ وہ اب پھر تنازعہ میں پھنس گئے ہیں۔ انکاؤنٹر کے فوراً بعد پولیس کی طرف سے خبر نشر کی جاتی ہے کہ ویشالی چوکی انچارج جے این سنگھ بدمعاشوں کی گولی سے زخمی ہوگئے ہیں اور ان کو اسپتال میں داخل کرادیا گیا ہے۔ اسپتال بھی وہی جہاں اندراپورم پولیس ہر زخمی کو بھیجتی ہے۔

باقی صفحہ ۸ پر

بلاتبصرہ

مختلف سیاسی پارٹیاں محض اپنے مفاد کو مدنظر رکھ کر انتخابی معاہدے کررہی ہیں۔ ان کے لئے ملک وقوم کا مفاد کوئی معنی نہیں رکھتا۔ وہ بس زیادہ سے زیادہ نشستیں حاصل کرکے مسند اقتدار پر بیٹھنا چاہتی ہیں۔ ایسی سیاسی پارٹیوں اور ان کی خود غرضانہ پالیسی کے ہوتے ہوئے ملک وقوم کی فلاح کی امید کرنا بے معنی ہے۔

پرکاش چند، نئی دہلی

نوبھارت ٹائمز، ۳/مارچ ۲۰۰۹ء

غزہ کی مدد میں اسرائیلی رکاوٹ

نیویارک۔ انسانی امداد سے متعلق اقوام متحدہ کے دفتر نے کہا ہے کہ امدادی اشیاء کی سپلائی میں رکاوٹ نہ ڈالے جانے کی اپیل کے باوجود اسرائیلی حکام غزہ پٹی میں اہم امدادی اور تعمیر نو کے ساز وسامان کی سپلائی میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔

بنگلہ دیش کو اب بھی خطرہ

ڈھاکہ۔ بنگلہ دیش کی وزیر اعظم شیخ حسینہ واجد نے کہا ہے کہ گزشتہ ہفتہ کی بی ڈی آر بغاوت کی طرح ملک کو اب بھی توڑ پھوڑ کا خطرہ ہے۔ سازش کار ختم نہیں ہوئے ہیں۔ ان کا یہ تبصرہ حکام کے اس بیان کے بعد آیا ہے کہ بغاوت کے پیچھے باہری ہاتھ کے ثبوت مل رہے ہیں۔ شیخ حسینہ کا کہنا ہے کہ کئی لوگ نہیں چاہتے کہ یہ معاملہ ختم ہو، کھیل جاری ہے۔ وزیر اعظم نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہ بغاوت کی انکوائری میں امریکہ اور برطانیہ کی مدد لی جارہی ہے، کہا ہے کہ دو سو سے زائد مفرور باغی فوجیوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔

شمالی سری لنکا میں انسانی بحران

کولمبو۔ عالمی ریڈ کراس سوسائٹی نے کہا ہے کہ شمال مشرقی سری لنکا میں انسانی بحران جیسے حالات پیدا ہونے والے ہیں۔ اس علاقے میں سرکاری فوجیوں اور باغی تمل ٹائیگرس کے درمیان جاری لڑائی میں تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار افراد پھنسے ہوئے ہیں۔ انہیں جلد سے جلد باہر نکالنے اور متاثرہ افراد تک مزید امداد پہنچانے کی ضرورت ہے۔

لاپتہ افراد مردہ قرار دیئے گئے

احمد آباد۔ حکومت گجرات نے ۲۰۰۲ء کے فرقہ وارانہ فسادات میں لاپتہ ۲۲۸ افراد کو سرکاری طور پر مردہ قرار دے دیا ہے۔ جس سے ہلاک شدگان کی تعداد بڑھ کر سرکاری طور پر ۱۱۸۰ ہوگئی۔ ہلاک شدگان کی تعداد میں اضافے سے انشورنس کمپنیوں کو کوئی تشویش نہیں ہے کیونکہ کم آمدنی والے خاندانوں میں انشورنس سے متعلق جانکاری نہ ہونے کی وجہ سے متاثرہ خاندان سرکاری ضابطے کے تحت گمشدگی کے سات برس بعد مردہ قرار دینے کے بعد انشورنس کمپنیوں سے معاوضہ حاصل نہیں کرسکیں گے۔ لائف انشورنس کارپوریشن آف انڈیا کی احمد آباد ڈویژن منیجر سمیر دلی ڈھولکیا کا کہنا ہے کہ ابھی تک سابقہ ۹۵۲ ہلاک شدگان میں سے صرف ۸۵ ہلاک شدگان کے پسماندگان نے معاوضہ کا دعویٰ پیش کیا اور ایک دعویٰ صرف ۷۰ ہزار روپے کے قریب ہے۔

اسرائیلی منصوبہ کی مذمت

رام اللہ۔ امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے یہاں عرب مشرقی یروشلم میں فلسطینیوں کے مکانات کے انہدام کی سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ واشنگٹن اسرائیلی رہنماؤں سے یہودی آبادکاروں کے مسئلہ پر بات چیت کرے گا۔ مسز کلنٹن نے کہا کہ فلسطینیوں کے ۸۰ سے زائد مکانات کے انہدام سے پریشانی بڑھے گی۔

اقتصادی بحران سے لاکھوں متاثر

نیویارک۔ اقوام متحدہ کے ایک سروے میں جسے یونیسکو نے تیار کیا ہے، کہا گیا ہے کہ وال اسٹریٹ اور یورپ کا بینکنگ سیکٹر عالمی اقتصادی بحران کا سامنا کررہا ہے۔ اس بحران سے دنیا کے سب سے کمزور لوگوں کی حالت اچھی نہیں رہے گی۔ غریب ممالک اس بحران سے اپنے شہریوں کو بچانے میں ناکام رہیں گے، لاکھوں لوگ خط افلاس کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوجائیں گے جس سے ہزاروں بچوں کے مرنے کا اندیشہ ہے۔

طالبان کے ساتھ مذاکرات نہیں

اسلام آباد۔ پاکستان کے صدر آصف علی زرداری نے کہا ہے کہ پاکستان طالبان سے مذاکرات نہیں کرے گا۔ ایک امریکی جریدے میں شائع ایک مضمون میں انہوں نے کہا کہ ہم طالبان سے جنگ میں ناکامی نہیں چاہتے کیونکہ ہماری ناکامی عالمی برادری کی ناکامی شمار ہوگی۔

خبر ونظر

انتخابی مہم کا رخ

اب یہ بات واضح سے واضح تر ہوگئی ہے کہ کانگریس پارٹی لوک سبھا کے یہ انتخابات دہشت گردی کے سوال پر لڑنا چاہتی ہے اور فی الحال اس کا ہدف ہے پاکستان۔ یعنی وہ ہتھیار جس پر اس کی سب سے بڑی حریف بی جے پی کو بڑا ناز تھا۔ نومبر میں ممبئی پر "حملے" بی جے پی کے تن نیم مردہ میں جان ڈالنے والے تھے۔ ہندتو دہشت گردی کی نقاب کشائی نے اسے ہلاکر رکھ دیا تھا۔ ممبئی کے یہ واقعات عین اس وقت ظہور پذیر ہوئے جب پورے ملک اور میڈیا میں ہندتو دہشت گردی کے چرچے عام تھے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ان حملوں کے لئے عوام اور میڈیا کا ذہن ہندتو دہشت گردی پر جاکر جم جاتا، کانگریس اور اس کی مرکزی حکومت نے فی الفور لپک کر اسے ایک خاص طرف موڑ دیا۔ اس سے بی جے پی اور اس کے پریوار کو یہ فائدہ تو یقیناً پہنچا کہ اس کی دہشت گردی سے جو پردہ اٹھ رہا تھا وہ دوبارہ پڑ گیا، لیکن اب دہشت گردی کے شور کو وہ اپنے حق میں کیش کرانے کی پوزیشن میں نہیں رہی۔ کانگریس نے یہ ہتھیار اس کے ہاتھ سے اس طرح چھینا کہ وہ تلملا کر رہ گئی۔ اب لے دے کے اس کے پاس صرف "مقامی ہاتھ" کا ہوا رہ گیا ہے۔

بیان بازی کا عالم

اور ادھر پاکستان کے خلاف بیان بازی کا عالم یہ ہے کہ ۲۶/نومبر کی رات سے تادم تحریر شاید ہی کوئی گھنٹہ گزرا ہو جب کسی نہ کسی طرف سے پاکستان کے خلاف آواز نہ اٹھی ہو۔ وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ، وزیر داخلہ پی چدمبرم، وزیر خارجہ پرنب مکھرجی، کانگریس صدر سونیا گاندھی کے علاوہ کانگریس کا ہر چھوٹا بڑا لیڈر پاکستان کو دنیا کے لئے سب سے بڑا خطرہ بتا کر اس کے خلاف کارروائی پر زور دے رہا ہے۔ دسمبر ۲۰۰۱ء میں جب پارلیمنٹ پر "حملہ" ہوا تھا تو بی جے پی کی گورنمنٹ نے یہی ماحول بنانے کی کوشش کی تھی حتی کہ جنگ کے حالات پیدا ہوگئے تھے لیکن اس وقت امریکہ کو اس میں دلچسپی نہیں تھی، اس کے برعکس اس نے اپنی "دہشت گردی مخالف جنگ" میں پاکستان کو اپنا حلیف بنا رکھا تھا۔ لیکن اب امریکہ خود افغانستان آچکا ہے اور پاکستان کو گھیرنا چاہتا ہے۔ برطانیہ اور اسرائیل بھی آچکے ہیں۔ لہٰذا ہمارے یہاں پاکستان کے خلاف زبردست جوش وولولہ پیدا ہوگیا ہے۔ ٹی وی چینل چوبیس گھنٹے چیخ رہے ہیں۔ اخبارات نئی نئی اور سنسنی خیز کہانیاں لارہے ہیں۔ "دیش بھکتی" کے جذبات سے مغلوبی کی صورت یہ ہے کہ انگریزی کے بڑے بڑے صحافی بھی معروضیت اور سنجیدگی کھو بیٹھے ہیں۔

حکومت پاکستان کا معنی خیز رویہ

سب سے معنی خیز رویہ حکومت پاکستان کا ہے۔ صاف محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کے خلاف یہ ماحول بنانے میں خود حکومتِ پاکستان بھی شامل ہے۔ اپنی حرکتوں سے ہمارے ملک کو لگاتار مواقع فراہم کررہی ہے کہ وہ ماحول سرد نہ پڑنے پائے جو ممبئی پر "حملوں" کے بعد پاکستان کے خلاف بنایا گیا ہے۔ چنانچہ ۳/مارچ کو لاہور میں سری لنکا کی کرکٹ ٹیم پر "حملہ" کرواکے اس نے ہندوستان اور پوری دنیا کو اپنے خلاف یلغار کی کھلی دعوت دے دی۔ حملہ بھی اس احتیاط کے ساتھ کروایا کہ مہمان کھلاڑیوں کو محض چوٹیں آئیں جب کہ اس کے اپنے کئی پولس افسر ہلاک ہوگئے۔ پاکستان میں پہلے کسی نے کہہ دیا تھا کہ حملے میں بھارت کا ہاتھ ہے مگر ۵/مارچ کو حکومت پاکستان نے اس کی تردید کردی، کہا کہ نہ بھارت کا ہاتھ ہے نہ ایل ٹی ٹی ای کا بلکہ یہ کام "القاعدہ" کا ہے۔ گویا پاکستان نے یہ ثابت کردیا کہ امریکہ کی "دہشت گردی مخالف جنگ" میں وہ آج بھی امریکہ کا حلیف ہے۔ پاکستان کا یہ تعاون حکومت ہند کے لئے بہت قیمتی ثابت ہورہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر پاکستان کی اس "دہشت گردی" کے سہارے کانگریس پارٹی آئندہ انتخابات جیت جاتی ہے تو نئی حکومت میں دونوں ملکوں کے تعلقات کیسے ہوں گے؟ (پ ر)

ہار جیت کے اندازے قائم کئے جانے لگے

عام انتخابات کی تاریخوں کا اعلان ہوتے ہی اس کے اندازے قائم کئے جانے لگے ہیں کہ کس سیاسی جماعت اور سیاسی اتحاد کی اس بار کیا پوزیشن ہوگی، بعض سیاسی تجزیہ نگاروں نے تو اس سے قبل ہی اس کی مشق شروع کردی تھی جن میں ارون نہرو قابل ذکر ہیں۔ اب تک ان کے کئی اندازے سامنے آچکے ہیں، اب روزنامہ ٹائمز آف انڈیا نے بھی ایک اندازہ پیش کیا ہے یوں پیش بندیاں بھی شروع ہوگئی ہیں۔ ارون نہرو نے اب تک جو اندازے قائم کئے ہیں ان کے مطابق ایک بار پھر معلق پارلیمنٹ وجود میں آنے والی ہے۔ یعنی تنہا کوئی بھی سیاسی جماعت اس پوزیشن میں نہیں آنے والی ہے کہ اکیلے حکومت بناسکے۔ لہٰذا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں اب اتحادی سیاست کا دور ختم ہوچکا ہے وہ یہ بھول رہے ہیں کہ تنہا چلنا ابھی خطرے سے خالی نہیں ہے۔ مسٹر نہرو کے اندازوں کے مطابق تو کانگریس عددی لحاظ سے سب سے بڑی پارٹی ہے مگر بھارتیہ جنتا پارٹی بھی اس سے بہت زیادہ پیچھے نہیں ہے بلکہ دونوں میں برابری کی ٹکر ہے، اور دونوں میں اقتدار کی جنگ جاری ہے، اس لئے یہ کہنا کہ اب یو پی اے یا این ڈی اے کی ضرورت باقی نہیں رہی غلط ہے۔ یو پی اے اور این ڈی اے آج بھی زندہ ہیں اور اتنے ہی ناگزیر ہیں جتنے کہ کل تھے۔

ارون نہرو کا تازہ ترین جائزہ/اندازہ یکم اور ۲/مارچ کے اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ ان کے اس سے پہلے بھی اس طرح کے اندازے شائع ہوچکے ہیں مگر ان سب میں مشترک بات یہ ہے کہ ان کے اندازے کے مطابق کانگریس اب بھی عددی لحاظ سے دوسری تمام سیاسی جماعتوں سے آگے ہے۔ انہوں نے مجموعی طور پر کانگریس کے ۱۴۹ اُمیدواروں کو کامیاب قرار دیا ہے، جب کہ ان کے خیال میں بی جے پی کے ۱۳۵ اُمیدوار کامیاب ہوں گے۔ یہ اندازے آگے چل کر بدل بھی سکتے ہیں، کیونکہ یہ اندازے حالات کے جائزے پر مبنی ہیں۔ اگر آئندہ کسی جماعت کے حق میں فضا بنتی ہے تو ظاہر ہے اس کی حمایت میں اضافہ ہوگا اور اس کی عددی طاقت بھی بڑھ جائے گی، اگر دوسری پارٹی کی مقبولیت میں کمی واقع ہوئی تو اس کا اظہار اس کی حمایت میں کمی کی صورت میں ہوگا۔ لہٰذا اس کی عددی قوت کم ہوجائے گی۔ اس کا اثر اتحاد پر بھی پڑے گا چونکہ یہ جائزے خالصتاً معروضی ہی ہیں، اس میں اپنی پسند وناپسند کو بھی کچھ نہ کچھ دخل ضرور ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا بھی اس پر عکس پڑتا ہے، ہر شخص اپنی ایک پسند رکھتا ہے اس نے جو اصول اور قاعدے بنائے ہوئے ہیں اس پر جو پارٹی کھری اُترتی ہے اس کو وہ پوائنٹ دیتا ہے جو نہیں اترتی اس کو نہیں دیتا۔

ٹائمز آف انڈیا نے جو اندازہ قائم کیا ہے اس میں بھی کانگریس کو آگے دکھایا گیا ہے لیکن بی جے پی کانگریس دونوں میں کانٹے کی ٹکر دکھائی گئی ہے۔ ارون نہرو اور ٹائمز آف انڈیا دونوں کے جائزوں اور اندازوں میں دیگر چھوٹی بڑی جماعتوں کی کارکردگی بھی پیش کی گئی ہے۔ اس کے اثرات دونوں بڑی پارٹیوں پر الگ الگ پڑیں گے، اس لئے کہ ابھی سیاسی صف بندی کا عمل جاری ہے۔ مثلاً آسام گن پریشد اور اجیت سنگھ کی لوک دل نے بی جے پی کے ساتھ انتخابی معاہدہ کرلیا ہے۔ بعض دوسری جماعتیں بھی اس کے ساتھ آسکتی ہیں اور ایسا بھی ممکن ہے کہ کچھ جماعتیں اس کے حلقہ سے نکل جائیں۔ یہی حال یو پی اے کا ہے سماج وادی وودوسری پارٹیاں ابھی

باقی صفحہ ۸ پر

◎

دینی مدارس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اسلام کے قلعے ہیں۔ بنیادی دینی تعلیم تو ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ لیکن دینی مدارس علوم اسلامیہ میں کمال اور اختصاص کے لئے قائم کئے جاتے ہیں اور اسی کے ساتھ ان کا کام مسلمانوں کے لئے عزت اور عروج کی راہ ہموار کرنا ہے۔ مدرسہ کے لئے قلعہ کا استعارہ اسی لئے استعمال کیا گیا ہے۔ قلعہ کا کام ماضی میں ملک اور قوم کی حفاظت کرنا اور ہزیمت سے بچانا ہوتا تھا۔ ہر بیرونی لشکر کو خواہ وہ لشکر جرار ہی کیوں نہ ہو غالب اور فتح یاب ہونے سے روکنا تھا۔ لیکن ہوائی جہازوں کی ایجاد کے بعد صرف زمین نہیں بلکہ آسمان تک یورپ کے دست رس میں آگئے۔ یورپ کی علمی نشاۃ ثانیہ اور صنعتی انقلاب کے بعد جب آسمانوں پر پرواز شروع ہوئی اور بلندی سے بم گرائے جانے لگے تو پھر زمین پر واقع جتنے عظیم الشان قلعے تھے چشم زدن میں ان کی حیثیت آثار قدیمہ کی ہوگئی اور ان کی اہمیت جاتی رہی۔ کچھ یہی حال ہمارے دینی مدارس کا بھی ہوگیا۔ مغرب نے جدید علوم میں اپنی پیش قدمی کے بعد دنیا کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور مدارس اسلامیہ مسلمانوں کو مغرب کے استیلا سے بچانے میں ناکام ثابت ہوئے اور ان کے قلعہ ہونے کی حیثیت بہت کچھ مشتبہ ہوگئی۔ دور جدید کی جدید طاقتوں کا فکری مقابلہ کرنے کے لئے اور اس کے صالح اور غیر صالح کو چھاننے اور رد وقبول کے لئے مدرسہ نے پوری تیاری نہیں کی۔ آج پورا عالم اسلام امریکہ اور یورپ کا دست نگر ہے۔ فارغین مدرسہ کو نہیں معلوم کہ اس کے اسباب کیا ہیں۔ دنیا میں آج دوسری قوموں کی تہذیب عیاشی اور اوباشی کے ساتھ غالب آرہی ہے اور مدرسہ ان کے غلبہ کو روکنے سے قاصر ہے۔ بہت سے فاسد نظریات اور فلسفے پھل پھول رہے ہیں۔ ان فلسفوں کو روکنا تو کجا اہل مدرسہ ان کو سمجھنے اور ان کا مطالعہ کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ وہ اس زبان سے واقف نہیں جو ان نظریات کی زبان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مدرسہ اپنے مقصد اور مقام سے دور ہوتا جارہا ہے اور اس کے قلعہ ہونے حیثیت محض جزوی طور پر باقی رہ گئی ہے۔ آج دنیا کی بڑی طاقت اس پوزیشن میں ہے کہ ایران کو ویران افغانستان کو قبرستان بنادے۔ قطر کو کھنڈر کردے۔ دبئ کو دبالے یاد بوچ لے۔ مال عرب یا ملک عرب کو غصب کرلے اور ایک ملک کے تخت پر بیٹھے ہوئے شخص کو تختہ دار پر لٹکادے اور جتنے عزت مآب ہیں سب کو ذلت مآب اور جن کے سروں پر تاج ہے ان کو محتاج بناڈالے۔ ہم عالمی سطح پر بھی پستی اور ذلت سے دوچار ہیں اور قومی سطح پر بھی کمزوری اور بے بسی کا شکار ہیں۔

مغربی استعمار کی کہانی آج کی نہیں بلکہ بہت قدیم ہے۔ مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کو نہ تو اس صورتحال کا پورا شعور ہے نہ انہوں نے اس کا علمی تاریخی تجزیہ کیا ہے۔ نہ ان کے پاس عزت کی بازآفرینی کا کوئی واضح منصوبہ ہے۔ شعور پیدا کرنے کے لئے اور منصوبہ بندی کے لئے عصر جدید کو پورے طور پر سمجھنا ضروری ہے۔ دین فہمی کے ساتھ ساتھ دنیا فہمی اور جہاں بینی کے بغیر مدرسہ کا رول اسلام کے لئے جدید قلعہ بندی میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اقبال نے کہا تھا۔

جہاں بانی سے بھی دشوار ہے کار جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

کار جہاں بینی کا گہرا تعلق مدرسہ کے نصاب تعلیم سے ہے۔ ایک نصاب تعلیم ایسا ہوتا ہے کہ طالب علم فارغ ہوکر دنیا سے بالکل بے خبر اور سماج میں ایک عضو معطل بن کر رہ جاتا ہے اور بالآخر احساس کمتری کا شکار ہوجاتا ہے کیونکہ سب کو وہ آگے اور خود کو سب سے پیچھے محسوس کرتا ہے اور ایک نصاب تعلیم

دینی مدارس کے فارغین اور ان کی عصری تعلیم

پروفیسر محسن عثمانی ندوی، حیدر آباد

بدلے ہوئے حالات میں عصری تعلیم سے اور عصری زبان سے آراستہ ہوکر دنیا کو سمجھنا اور خدمت دین کا عزم کرنا مدارس کے فارغین کے لئے عصری دانش گاہ میں داخلہ کا واحد محرک بنا چاہئے۔ واحد محرک اس لئے کہ جب ایک طالب علم نے پہلے دینی مدرسہ میں داخلہ لیا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے دین کو اپنا مقصد حیات بنایا ہے۔ یہی چیز مدرسہ کے طالب علم کو یونیورسٹی کے طالب علم سے ممیز اور ممتاز کرتی ہے۔ یونیورسٹی کا طالب علم تو عام طور پر تعلیم کو وسیلہ معاش بنانے اور معیار زندگی بلند کرنے کے لئے کالج اور یونیورسٹی میں داخلہ لیتا ہے۔ دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ کا مقصد تعلیم اس سے بلند تر ہونا چاہئے

ایسا ہوتا ہے کہ وہ خرد افروزی اور بصیرت مندی میں مددگار ہوتا ہے وہ انسان کے اندر نہ صرف دانشورانہ بلکہ قائدانہ صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ اس کے اندر خود اعتمادی ہوتی ہے۔ اس لئے نصاب تعلیم کا تعلق زندگی سے ہے اور زندگی جاوداں پیہم رواں ہر دم جواں رہتی ہے۔ اس لئے مدرسہ کے نصاب تعلیم کو چند اساسی پہلو کے اعتبار سے یعنی قرآن اور حدیث کی تعلیم کے اعتبار سے تو ثابت اور غیر متغیر ہونا چاہئے اور باقی تمام پہلوؤں کے اعتبار سے تغیر پذیر اور زندگی سے مربوط ہونا چاہئے۔ تاریخ میں ہمارا نصاب تعلیم زندگی سے مربوط رہا ہے۔ جب اہل زیغ وضلال کی جانب سے صحیح العقیدہ مسلمانوں کے عقائد پر منطق اور فلسفہ اور علوم عقلیہ کے ذریعہ حملے ہوئے تو مسلمانوں نے منطق اور فلسفہ کے ہتھیار کو اپنایا اور عقائد کا دفاع کیا تھا۔ علماء اپنے وقت کے علمی فکری محاذ سے پیچھے نہیں رہے کسی غلط چیز کی تردید اور کسی غلط نظریہ کا ابطال اس کو پورے طور پر سمجھے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ قدیم علماء نے اپنے عہد کے نظریات کو سمجھا تھا اور ان کا ابطال کیا تھا۔ امام غزالی کی کتاب مقاصد الفلاسفہ اور تہافت الفلاسفہ اس کی ایک مثال ہے۔ لیکن ہندوستان کے مدارس کا موجودہ نصاب تعلیم موجودہ عہد کے نظریات اور الحادی فلسفوں کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں پیدا کرتا اور اگر کچھ لوگ چند ترجمہ شدہ کتابوں کے ذریعہ وقت کی نظریاتی تحریکات کا علم حاصل کرلیتے ہیں تو وہ ان نظریات کے مقابلے کی تاب نہیں رکھتے کیونکہ ان نظریات کی جو زبان ہوتی ہے وہ ان سے واقف نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ خود اسلام کے تعارف کے لئے اور دعوت کے کاموں کے لئے اور قائدانہ صلاحیتوں کے لئے بھی مدارس کا موجودہ نصاب تعلیم غیر موزوں ہے۔ موجودہ شکل میں مدرسہ کے فارغ کی جولان گاہ صرف مسجد اور مدرسہ تک محدود رہتی ہے اور پوری انسانیت اس کی کارگاہ عمل بن ہی نہیں سکتی۔

جب کسی عہد، حالات، خیالات، نظریات، نفسیات میں تبدیلی آجائے زبان اور اسلوب بیان تک بدل جائے تو ان بدلے ہوئے حالات میں مدرسہ کی حیثیت قلعہ کی اسی وقت ہوگی جب وہ اپنے عہد کے تقاضے کے مطابق نصاب میں تبدیلی کرلے، حالات کو سمجھنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کردے اور فارغین کو نئے حالات کی روشنی میں اسلام کے دفاع کے لئے اور پوری انسانیت کے درمیان دین کی دعوت کے لئے تیار کردے۔ لیکن جب تک ایسا ممکن نہ ہو اور مدرسہ کی زمام کار جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ نصاب میں کسی تبدیلی کی آواز کو سننے کے لئے تیار نہ ہوں اس وقت تک ان مسلمان اساتذہ پر جو یونیورسٹی میں آگئے ہیں یا جن کے ہاتھ میں یونیورسٹیوں کی زمام کار ہے کچھ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مدرسہ کے فارغین کی عصری تعلیم کے لئے یونیورسٹیوں کے دروازے کھولنے کی کوشش کریں تاکہ مدرسہ کے یہ فارغین خدمت دین کا وہ کام انجام دے سکیں دور جدید جس کا تقاضا کرتا ہے اور جدید علوم اور جدید زبانوں سے لیس ہوئے بغیر جن کا انجام دینا محال ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک داخلہ کا عمل دوطرفہ ہونا چاہئے مدرسہ کے لوگوں کو بھی یونیورسٹی کے گریجویٹ کے لئے داخلہ کی راہ ہموار کرنی چاہئے اور ان کے لئے عربی اور دینی تعلیم کا مختصر مدتی کورس تیار کرنا چاہئے۔

بدلے ہوئے حالات میں عصری تعلیم سے اور عصری زبان سے آراستہ ہوکر دنیا کو سمجھنا اور خدمت دین کا عزم کرنا مدارس کے فارغین کے لئے عصری دانش گاہ میں داخلہ کا واحد محرک بنا چاہئے۔ واحد محرک اس لئے کہ جب ایک طالب علم نے پہلے دینی مدرسہ میں داخلہ لیا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے دین کو اپنا مقصد حیات بنایا ہے۔ یہی چیز مدرسہ کے طالب علم کو یونیورسٹی کے طالب علم سے ممیز اور ممتاز کرتی ہے۔ یونیورسٹی کا طالب علم تو عام طور پر تعلیم کو وسیلہ معاش بنانے اور معیار زندگی بلند کرنے کے لئے کالج اور یونیورسٹی میں داخلہ لیتا ہے۔ دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ کا مقصد تعلیم اس سے بلند تر ہونا چاہئے سب سے پہلے انہیں احساس کمتری سے پاک ہونا چاہئے۔ ان کو اپنے علوم نبوت کے حصول پر ناز کرنا چاہئے انہیں خود کو نازش ملک وملت سمجھنا چاہئے ایک فوج اگر غنیم کی فوج کے مقابلہ میں خود کو بہتر سمجھنے کے بجائے دوسری فوج کو برتر سمجھنے لگے اور خوف اور احساس کمتری کا شکار ہوجائے تو شکست اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ فتحیاب ہونا تو بڑی چیز ہے وہ اپنا دفاع بھی نہیں کرسکتی۔ اسی طرح سے اگر مسلمانوں کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ مدارس کے علماء کی اور علم دین کی عزت نہیں کرتا اور صرف اپنے سرمایہ علم پر فخر کرتا ہے تو اس کی مثال اس بیٹی کی ہے جو سسرال کی دولت پر فخر کرتی ہے اور میکہ کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اسی طرح اگر مدرسہ کا طالب علم خود کو کمزور بے وقعت اور حقیر سمجھتا ہے اور حاصل کردہ علم دین کو پرانے فرنیچر کی طرح معمولی اور بے قیمت گردانتا ہے اور یونیورسٹی کے طالب علم کی طرف رشک کی نظروں سے دیکھتا ہے تو وہ اس بیٹے کی طرح ہے جو اپنے شریف اور شفیق والدین کو محض ان کی غربت کی وجہ سے حقیر سمجھتا ہے، ایسے طالب علم کو دینی تعلیم سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا احساس کمتری متعدی مرض کی طرح دوسرے طالب علم تک پھیل سکتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے مدرسہ کے ذمہ دار اور اساتذہ بار بار نصیحت اور تقریروں کے ذریعہ طالب علم میں خود اعتمادی اور اس کے دل میں علم دین کی قدر وقیمت پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اپنے عمل اور کردار سے اس بات کی کوشش کریں کہ طلبہ کے دل ایمان کے جذبہ سے معمور اور علم دین کی لذت سے مخمور ہوں۔

مدارس اسلامیہ اپنے نصاب تعلیم میں انگریزی زبان اور ضروری عصری علوم کے لئے جگہ نہیں نکال سکتے تو مدرسہ سے فراغت کے بعد کچھ طلبہ یونیورسٹیوں میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ زمانہ کے اعتبار سے خدمت دین کے لئے اٹھنے کے لئے اہل مدرسہ کے لئے یہی راستہ رہ جاتا ہے کہ وہ فراغت کے بعد جدید علوم کی تحصیل کے لئے عصری تعلیم کے اداروں میں داخلہ لیں۔ لیکن اہم سوال یہ کہ یہ داخلہ کیسے ہو اور کس مرحلے میں؟ ایک زمانہ تھا کہ اہل مدرسہ کے لئے جدید دانش گاہوں کے دروازے بالکل بند تھے اور جو ان دانش گاہوں میں داخلہ لیتے تھے وہ پہلے ہائی اسکول میں داخلہ لیتے تھے اور ہائی اسکول کا امتحان پاس کرنے کے بعد یونیورسٹی میں آتے تھے۔ سب سے پہلے اور سب سے بہتر اس کام کی طرف پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی پرنسپل جامعہ کالج جامعہ ملیہ نے توجہ کی۔ ان کا ذہن دینی تھا انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاء کی کتاب فوائد الفواد کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا مولانا آزاد پر انگریزی میں اور ڈاکٹر ذاکر حسین پر اردو میں فاضلانہ کتابیں لکھیں وہ اردو کے بہترین انشاء پرداز اور ادیب تھے۔ وہ مدارس کے طلباء کو دور جدید میں کارگزار اور کارپرداز دیکھنا چاہتے تھے انہوں نے اپنے اثرات کو کام میں لاکر جامعہ ملیہ میں دینی مدارس کے فارغین لئے بی اے کے پہلے سال میں داخلے کے دروازے کھولے اس شرط پر کہ مدرسہ کے نصاب تعلیم میں انگریزی پہلے سے داخل ہو۔ یہ تجربہ کامیاب رہا۔ مدارس کے فارغین بی اے کے تین سال میں جدید علوم سے واقف ہوجاتے اور ان کی انگریزی بھی مضبوط ہوجاتی تھی اور بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد نہ صرف عربی میں بلکہ اردو انگریزی فارسی میں اور آرٹس اور سوشل سائنس کے تمام مضامین میں ایم اے کرنے کے راستے ان کے لئے کھل جاتے تھے۔ اس نئے نظام کی بدولت دارالعلوم دیوبند کا ایک طالب علم آج امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں تاریخ کا پروفیسر ہے۔ دیوبند اور ندوۃ العلماء کے بعض طلبہ نے بی اے کا تین سالہ کورس مکمل کرکے آئی پی ایس اور آئی اے ایس کے منصب تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ندوۃ العلماء کا ایک طالب علم اپنی انگریزی میں مہارت کے ذریعہ امریکہ میں اپنے انگریزی خطبات سے اور الیکٹرانک میڈیا اور ٹی وی چینل کے ذریعہ دعوت اسلام کا کام انجام دے رہا ہے۔ اگرچہ میرے نزدیک یہ سب کچھ بالکل کافی نہیں ہے لیکن پھر بھی یہی صحیح ترین راستہ تھا جو جامعہ ملیہ کے ذمہ داروں نے اختیار کیا جو دینی تعلیم کے فارغین کو زیادہ کارآمد اور معاشرے کے لئے مفید اور مؤثر بنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے دینی مدارس کا اور وہاں کے بوریہ نشین علماء کا پورا احترام کیا اور اس بات کا انتظار نہیں کیا کہ مدرسوں کی طرف سے مدرسہ کی اسناد کے قبول کرنے کی کوئی درخواست آئے، حقیقت یہ کہ یہ تو زمانہ کے انقلابات ہیں۔ کوئی انقلاب مستقبل میں ایسا بھی آسکتا ہے کہ یونیورسٹیوں کے ذمہ دار اعلیٰ تعلیم کے دینی مدارس میں اپنی ڈگری کے قبول کئے جانے کی بصد عجز ونیاز درخواست پیش کریں اور مدرسہ کے لوگ اسے قبول یا رد کردیں۔ لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہوگا جب مدرسہ اسلام کے قلعہ ہونے کا رول ادا کرسکے گا۔ بہرحال یہ پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی کی سعی وکاوش تھی کہ پہلی مرتبہ مدرسہ کے فارغین کے لئے جدید عصری علوم کے سیکھنے کی راہ ہموار ہوئی اور یونیورسٹیوں کے دروازے ان کے لئے کھل گئے۔ عصر جدید میں عصری علوم اور عصری زبان سیکھنے کے بعد خدمت دین کا میدان وسیع تر ہوجاتا ہے۔ اس کی سب سے بہتر مثال ڈاکٹر حمید اللہ کی ہے جنہوں نے جامعہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد جامعہ عثمانیہ میں۔ وہ اس کے بعد یورپ میں اسلام کے سفیر بن کر رہے۔ انہوں نے انگریزی اور یورپ کی زبانوں میں کتابیں لکھیں اور وہاں سیکڑوں لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسی طرح حیدرآباد کے ڈاکٹر عبداللطیف نے مولانا آزاد کی ترجمان القرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ انہوں نے The Mind Al-Quran Builds اور The Basis Of Islamic Culture کے نام سے کتابیں لکھیں جو یورپ کے بہت سے لوگوں کے لئے قبول اسلام کا باعث بنیں۔ دینی مدارس کے فارغین بھی یہ کام انجام دے سکتے ہیں وہ ملک وملت کی خدمت بھی بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں اگر ان کو عصری تعلیم کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

عصری اداروں میں کام کرنے والے مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ مدارس کے فارغین کے لئے جو دینی علوم حاصل کرچکے ہیں اپنے اداروں میں داخلہ کے لئے اس طرح راہیں تلاش کریں کہ ان کے لئے انگریزی اور جدید علوم کا سیکھنا آسان ہوجائے اور وہ دین اور ملک وملت سب کی بہتر خدمت کے لائق ہوسکیں۔ جامعہ ملیہ دہلی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور مولانا آزاد اُردو یونیورسٹی حیدرآباد کے ذمہ داران اعلیٰ، وزیر تعلیم اور یو جی سی کے افسروں سے مل کر تمام معروف ومشہور مدارس (جن کی فہرست بڑی حد تک ان جامعات کے پراسپکٹس میں موجود ہے) کی عالم اور فاضل دونوں کی سندوں کو صرف انٹرمیڈیٹ کے برابر تسلیم کروالیں اور بی اے کے سال اوّل میں داخلہ کے دروازے کھول دیں اور فارغین مدارس کے لئے خاص طور پر انگریزی میں بہتر استعداد کے لئے بی اے کے مرحلہ میں Remedial کلاسوں کا انتظام کردیں تو یہ مسلمانوں کی اور دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی خدمت ہوگی۔ یہ اقلیت کی تعلیم ترقی کے لئے حکومت کی خیر خواہی کا ثبوت ہوگا۔ اس کام کے لئے کسی مدرسہ بورڈ کے قیام کی بھی ضرورت نہیں ہے جو مسلمانوں کی جانب سے شک وشبہ کا ہدف بن گیا ہے۔ مسلم اقلیت کے مذکورہ بالا تعلیمی اداروں نے مستند مدارس دینیہ کی جو فہرست اپنے اپنے پراسپکٹس میں دی ہے ان سب کی سندوں کو خواہ وہ عالم کی ہو یا فاضل کی ہو انٹرمیڈیٹ کے برابر مان لینا کافی ہوگا تاکہ ان مدارس کے فارغین کو بی اے کے سال اوّل میں داخل مل سکے۔

عالم اور فاضل دونوں کی سندوں کو انٹرمیڈیٹ کے مساوی قرار دیا جانا چاہئے جیسا کہ جامعہ ملیہ کے دور اندیش اور دینی مدارس کے ہمدرد ذمہ داروں نے کیا تھا۔ مسلم یونیورسٹی میں شعبہ عربی کے بعض لوگوں نے انتظامیہ پر اثر انداز ہوکر جامعہ ملیہ کے برعکس مدارس کے فارغین کو بی اے کے بجائے براہ راست ایم اے عربی میں داخلے دینے شروع کئے۔ اس انتظام کے تحت فارغین کو صرف شعبہ عربی میں داخلہ ملتا تھا۔ یہاں تک کہ اسلامک اسٹڈیز کے ایم اے میں بھی داخلہ نہیں ملتا تھا۔ یہ اقدام اور انتظام غلط تھا اس میں بصیرت اور بالغ نظری کی کمی تھی۔ اس اقدام کی حیثیت برگ حشیش کی تھی جسے غلطی سے شاخ نبات سمجھ لیا گیا تھا۔ مدرسہ کے اساتذہ سے عربی ادب پڑھ کر آنے والے یونیورسٹی کے اساتذہ سے دوچار ناول افسانوں کے اضافہ کے ساتھ دوبارہ وہی عربی ادب پڑھ رہے تھے جو پڑھ چکے تھے۔ یہ بات ایسی ہی تھی جیسے صابن کی فیکٹری میں کام کرنے والے مزدور کچھ زیادہ پیسے کے لالچ میں صابن کی دوسری فیکٹری میں کام کرنے لگیں۔ صحیح ترین راستہ وہی تھا جو جامعہ ملیہ کے ارباب حل وعقد نے اختیار کیا تھا یعنی مدارس کے فارغین کو جن کے نصاب میں انگریزی داخل ہے بی اے کے سال اوّل میں داخلہ دینا۔ کیونکہ اس طریقہ سے مدارس عربیہ سے آنے والوں کا کچھ وقت تو زیادہ ضرور لگتا ہے لیکن انگریزی مضبوط کرنے اور جدید علوم سیکھنے اور پھر کسی بھی مضمون میں ایم اے کرنے کے راستے کھل جاتے ہیں۔ مدرسہ کے فارغ کے لئے علم اور تحقیق اور عمل کا میدان کئی گنا زیادہ وسیع ہوجاتا ہے۔ بی اے سال اوّل کے مرحلہ پر داخلہ سے یہ بات آسانی کے ساتھ سمجھ میں آتی ہے اور سمجھائی جاسکتی ہے کہ مدارس دینیہ کے برگزیدہ علماء اور فضلا یونیورسٹی میں اس لئے قدم رنجہ فرمارہے ہیں کہ وہ یہاں عصری علوم حاصل کریں گے جو مدرسہ میں نہیں پڑھائے جاتے، اور جنہیں پڑھ کر وہ دین وملت اور ملک وطن کی زیادہ بہتر خدمت انجام دے سکیں گے۔ لیکن براہ راست عربی ایم اے میں داخلہ کی احساس کمتری کے سوا کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔ وہ ایم اے میں داخلہ صرف اس لئے لیتے ہیں کہ ان کے نزدیک مدرسہ کے مقابلہ میں یونیورسٹی کی ڈگری زیادہ موقر اور دینی تعلیم کے ادارے کے مقابلے میں دنیوی تعلیم کا ادارہ زیادہ معتبر ہے۔ وہ خود اپنی دینی تعلیم کے بارے میں احساس کمتری میں مبتلا رہتے ہیں اور جو ان کی ایم اے عربی میں داخلہ کی وکالت کرتے ہیں وہ ان سے بھی زیادہ اس کے مریض ہوتے ہیں۔ مدارس کے فارغین کے لئے ایم اے عربی میں داخلہ کا نظام بے سود بھی ہے اور غیر معقول بھی اور یونیورسٹی کی ڈگری سے مرعوبیت کی علامت بھی ہے۔ گفتگو کا حاصل یہ کہ مدرسوں سے نکل کر پھر ایم اے عربی میں چند سکوں کی خاطر داخلہ لینا علماء کے شایان شان نہیں ہے یہ کوتاہی فکر ونظر ہے اور تحصیل حاصل کے مرادف ہیں۔ اتفاق سے گزشتہ مہینہ مرکزی وزیر تعلیم ارجن سنگھ کا بیان آیا ہے کہ دینی مدارس کی ڈگری کو ہائی اسکول کی ڈگری کے مساوی قرار دیا جارہا ہے۔ اب دینی مدارس کے فارغین کے لئے نہ صرف انٹرمیڈیٹ بلکہ بی اے میں داخلے کے دروازے کھلنے والے ہیں بلکہ سرکاری ملازمت کی راہ بھی ان کے لئے آسان ہونے والی ہے۔ یہ خبر بہت خوش کن ہے لیکن اندیشہ ناک بھی ہے۔ خوش کن تو اس لئے ہے کہ فارغین کو بہتر خدمت دین کے لئے عصری تعلیم سے آراستہ ہونے اور بی اے میں داخلے کے مواقع ملیں گے اور بی اے کے بعد وہ جس سبجیکٹ میں چاہیں گے آسانی کے ساتھ ایم اے کرسکیں گے۔ اندیشہ ناک اس لئے ہے کہ مدرسوں میں دنیا طلبی اور مادہ پرستی بڑھ سکتی ہے اور مدرسوں میں طلبہ علم دین بھی اخلاص کے ساتھ پڑھنے کے بجائے دنیا حاصل کرنے اور نوکری کرنے کے لئے پڑھیں گے اور وہ نورانیت، روحانیت اور برکت جو دینی تعلیم میں اخلاص کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ختم ہوجائے گی۔ ●●

بدعت کے خلاف سخت وعید

محمد سیف اللہ، کوٹہ (راجستھان)

دینی معاملات میں کوئی نئی بات ایجاد کرنا یا اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا یا اس میں اپنی طرف سے کچھ گھٹانا بڑھانا، جو کام کوئی دینی حیثیت نہ رکھتا ہو اس کو دینی کام قرار دینا بدعت کہلایا ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ”کیا یہ لوگ کچھ ایسا شریک خدا رکھتے ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین کی نوعیت رکھنے والا ایسا طریقہ مقرر کردیا ہے جس کا اللہ نے اذن نہیں دیا؟“

(سورۃ الشوریٰ: ۲۱)

یہاں شرکاء سے مراد وہ انسان ہیں جن کو لوگوں نے شریک فی الحکم ٹھہرالیا ہے، جن کے سکھائے ہوئے افکار وعقائد اور نظریات اور فلسفوں پر لوگ ایمان لاتے ہیں، جن کی دی ہوئی قدروں کو مانتے ہیں، جن کے پیش کئے ہوئے اخلاقی اصولوں اور تہذیب وثقافت کے معیاروں کو قبول کرتے ہیں، جن کے مقرر کئے ہوئے قوانین اور طریقوں اور ضابطوں کو اپنی عبادات میں، اپنی انفرادی زندگی میں، اپنی معاشرت، تمدن اور اپنے کاروبار میں اور اپنی سیاست، حکومت میں اس طرح اختیار کرتے ہیں کہ یہی وہ شریعت ہے جس کی پیروی ان کے لئے ضروری ہے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے اس معاملہ (دین وشریعت) میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ رد کردی جائے گی۔ (بخاری، مسلم)

جس طرح ہر وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے نہ کیا جائے اس میں عمل کرنے والے کو کوئی ثواب نہیں ملتا اسی طرح ہر وہ عمل جو ظاہری اعتبار سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہو مسترد کردیا جاتا ہے۔ جس نے دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کی جس کی اجازت اللہ اور اس کے رسول نے نہیں دی ہے اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: ”میں حوض (کوثر) پر تمہارا میر ساماں ہوں گا جو وہاں پہنچے گا اس میں سے پیئے گا اور جو اس میں سے پی لے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ (وہاں) میرے پاس کچھ لوگ آئیں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے تو میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ کھڑی کردی جائے گی۔ آپ عرض کریں گے کہ (اے اللہ) یہ تو میرے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا جائے گا کہ تم نہیں جانتے تمہارے بعد انہوں نے کیا نئی بات نکالی تھی۔ تب میں کہوں گا بربادی و دوری ہو اس کی جس نے میرے بعد نئی تبدیلی پیدا کی۔“

(بخاری، مسلم)

ایک دوسری حدیث میں نبیؐ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد اور نہ توبہ، نہ کفارہ، وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال نکل جائے۔“ (ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں نبیؐ فرماتے ہیں کہ بدعتی جب تک اپنی بدعت نہ چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کا عمل قبول نہیں فرماتا۔ (ابن ماجہ) رسول اللہؐ نے فرمایا: میری شفاعت میری اُمت کے لئے عام ہوگی سوائے بدعت کے۔ نبیؐ فرماتے ہیں کہ جس نے (دین میں) کوئی نئی بات ایجاد کی جو نہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے نہ رسول کی سنت سے ثابت ہے اسے نہیں معلوم جب اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا تو اس کا کیا حال ہوگا۔ (دارمی) ●●

افغانستان میں صدر اوباما کیلئے صرف تین راستے

آصف جیلانی (لندن)

امریکی کانگریس کے مشترکہ اجلاس سے اپنے پہلے خطاب میں صدر اوباما نے اپنے اس عزم کا اعادہ کیا کہ القاعدہ کو شکست دینے اور انتہا پسندی کا قلع قمع کرنے کے لئے وہ افغانستان اور پاکستان کے بارے میں نئی جامع حکمت عملی مرتب کریں گے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ دنیا کے اس پار محفوظ پناہ گاہوں سے دہشت گردوں کو امریکہ کے عوام پر حملوں کی منصوبہ بندی کرنے کی قطعی اجازت نہیں دیں گے۔

مغرب میں بہت سے مبصرین کو اس بات پر تعجب ہے کہ افغانستان کے بارے میں جامع حکمت عملی کو آخری شکل دینے سے پہلے ہی صدر اوباما نے ۱۷ ہزار امریکی فوج افغانستان بھیجنے کا اعلان کیا ہے اور امکان ہے کہ افغانستان میں تعینات کی جانے والی امریکی فوج میں مزید تیس ہزار کا اضافہ کیا جائے گا جب کہ افغانستان میں پہلے ہی تیس ہزار امریکی فوج القاعدہ اور طالبان کے ساتھ نبرد آزما ہے۔ صدر اوباما کے اس خطاب کے بعد اب بہت کم لوگوں کو شبہ ہے کہ وہ بہت جلد عراق سے امریکی فوجیوں کو نکال کر اس کی بڑی تعداد افغانستان میں جھونک دیں گے۔

صدر اوباما کے اس خطاب کے بعد کسی کو شبہ نہیں رہا کہ امریکہ کی نئی حکمت عملی کے تحت افغانستان کی جنگ اب پاکستان میں لڑی جائے گی اور یہ بات بے حد اہم ہے کہ اس وقت جب امریکہ کی نئی حکمت عملی مرتب کی جارہی تھی۔ پاکستانی افواج کے سربراہ جنرل پرویز کیانی اور وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کو امریکہ کے فوجی اور سیاسی رہنماؤں سے صلاح مشوروں کے لئے واشنگٹن طلب کیا گیا ہے۔ سوات میں مقامی انتظامیہ اور تحریک طالبان کے درمیان جنگ بندی کا جو سمجھوتا ہوا ہے اس کے مستقبل کا دارومدار واشنگٹن میں ان ہی صلاح مشوروں پر ہوگا۔ افغانستان اور پاکستان کے بارے میں امریکہ کی نئی حکمت عملی مرتب کرنے والے بظاہر سوات سمجھوتے پر خوش نہیں اور برابر یہ دلیل پیش کی جارہی ہے کہ یہ سمجھوتا ایک طرف اس علاقہ میں طالبان اور القاعدہ کے رہنماؤں کو پناہ دے گا اور دوسری طرف طالبان کو از سرنو منظم ہونے اور دوسرے قبائلی علاقوں میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے میں ممد وثابت ہوگا۔

مغرب کے دفاعی ماہرین کی رائے ہے کہ افغانستان کے مسئلہ کے حل کے لئے امریکہ کے سامنے صرف تین راستے ہیں۔ اوّل بڑی تعداد میں امریکی فوج افغانستان بھیجنے کے بجائے کابل کی غیر مؤثر کرزئی حکومت کو برطرف کرکے افغانستان کے جنگ جو سرداروں سے سیاسی اور فوجی سودے کئے جائیں اور ان کے ذریعہ ملک میں سیکورٹی کی صورت حال کو ابتر ہونے سے روکا جائے۔ دوم عراق سے بڑے پیمانے پر امریکی فوجوں کو نکال کر انہیں افغانستان میں جھونک دیا جائے۔ یہ تعداد ایک لاکھ تک لے جائے اور طالبان اور القاعدہ کے قلع قمع کے لئے بھرپور کارروائی کی جائے۔ اگر یہ حکمت عملی اختیار کی گئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امریکی فوج ایک طویل عرصہ تک افغانستان میں تعینات رہے گی۔ بلاشبہ اس صورت میں امریکہ کے لئے دوررس مالی اور سیاسی مضمرات ہوں گے جس کا اس وقت صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ سوم امریکہ افغانستان سے رسی تڑا کر فرار کی راہ اختیار کرے اور عراق کی طرح افغانستان سے بھی امریکی فوجوں کے انخلاء کا فیصلہ کیا جائے۔ یہ راستہ صدر اوباما نے اپنے انتخاب سے پہلے ہی بند کردیا ہے اور وہ اپنے انتخابی وعدوں کے اسیر ہیں۔

چین کا موقف

اس موقع پر جب کہ صدر اوباما افغانستان اور پاکستان کے بارے میں نئی جامع حکمت عملی مرتب کررہے ہیں چین نے افغانستان کے بارے میں طویل خاموشی توڑی ہے اور صدر اوباما پر واضح کیا ہے کہ محض مزید امریکی فوج افغانستان بھیجنے سے وہ اپنی حکمت عملی کے اہداف اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتے جب تک واشنگٹن جنوبی ایشیا میں استحکام کے لئے کوشش نہیں کرتا اور خاص طور پر ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کشیدگی کے خاتمہ کے لئے جتن نہیں کرتا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ صدر اوباما افغانستان اور پاکستان کے بارے میں اپنی نئی حکمت عملی مرتب کرتے وقت چین کے مشورہ کو کتنی اہمیت دیتے ہیں؟ ●●

دعوت

۱۰/مارچ ۲۰۰۹ء

امریکی خارجہ پالیسی کے نئے اشارے

برسلز میں ناٹو کا ایک اہم اجلاس ہوا جس میں امریکہ کی نمائندگی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے کی، اس میں انھوں نے جو تقریر کی اس سے امریکی خارجہ پالیسی میں تبدیلی کے اشارے نظر آئے۔ انھوں نے یہ کہا کہ امریکہ، روس کے ساتھ روابط کو ایک نیا زاویہ دینا چاہتا ہے اور اس کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ واضح رہے کہ روس سرد جنگ کے عہد کی ایک عالمی طاقت ہے۔ گو آج اس کی حیثیت بہت کم ہوگئی ہے اور اس کے کردار کو بھی بہت محدود کر دیا گیا ہے لیکن پرانی مخاصمتیں اپنی جگہ برقرار ہیں۔ امریکہ اور روس کے اختلافات ایک دو نہیں بلکہ بے شمار ہیں اور اس کی مختلف جہتیں ہیں۔ امریکہ اور روس کو دو متضاد نظریہ ہائے حیات کا نمائندہ خیال کیا جاتا ہے۔ جہاں امریکہ نظام سرمایہ داری کا نقیب تھا وہیں روس یعنی سابق سوویت یونین اشتراکیت کا علمبردار تھا اور دونوں اپنے اپنے نظریے کو پوری دنیا پر غالب کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ اس کی وجہ سے ایک قسم کی چپقلش دونوں کے درمیان جاری تھی، دونوں نے اپنا اپنا حلقہ اثر قائم کر رکھا تھا اور ایک دوسرے کو زیر کرنے کی چالیں چلتے رہتے تھے۔ اس میں بالآخر اشتراکیت کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی وجہ سے اس کی عالمی سیاسی حیثیت پر بھی زبردست ضرب پڑی اور سوویت یونین بکھر گیا، نہ صرف اس کا اپنا حلقۂ اثر ٹوٹ گیا بلکہ اس کے اندر بھی ٹوٹ پھوٹ ہوئی اور اس نے جو جغرافیائی خطہ بنایا تھا وہ بھی قائم نہیں رہ سکا اور اس وفاق سے اس کے سیاسی اجزا جدا ہوگئے۔ اس نے اس کی فوجی طاقت کو بھی بہت زیادہ کمزور کر دیا، وارسا پیکٹ کے بے اثر ہوجانے اور اس بندھن کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس میں شامل ممالک بھی اس سے الگ ہوگئے۔ یہ مشرقی یورپ کے ممالک تھے، انہیں امریکہ نے اچک لیا اور آہستہ آہستہ وہاں امریکہ نے پنجے گاڑنے شروع کر دیئے۔ ان ملکوں کو ایک طرف تو یورپی یونین میں شامل کرنے کا عمل شروع ہوا اور دوسری طرف انہیں ناٹو کے فوجی بلاک کا حصہ بنایا جانے لگا اور اس کو روس کے دروازے تک پہنچا دیا گیا، یعنی یوکرین کو بھی اس میں شامل کرنے کی باتیں ہونے لگی تھیں۔

اسی دوران دو بڑے واقعات رونما ہوئے۔ ایک واقعہ تو معاشی کساد بازاری کا ہے اور دوسرے کا تعلق امریکہ میں سیاسی تبدیلی سے ہے۔ معاشی بحران نے جہاں امریکہ کو اپنا گھر درست کرنے پر مجبور کیا وہیں عالمی حالات نے جو کروٹ بدلی تو اس نے امریکہ کو اپنی خارجہ پالیسی پر از سر نو غور کرنے پر اکسایا۔ امریکی وزیر خارجہ نے یہ اشارہ دیا ہے کہ اب امریکہ، روس کے کردار کو اہمیت دے رہا ہے اور اس سے امریکی مفادات کے تحفظ میں مدد لینا چاہتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنے پرانے دوسرے رقیبوں کو بھی اس سفارتی عمل کا حصہ بنانا چاہتا ہے جو امریکہ شروع کرنا چاہتا ہے، یعنی وہ ایران کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت امریکہ کے سامنے جو چیلنجز ہیں وہ داخلی بھی ہیں اور خارجی بھی۔ داخلی چیلنج تو معاشی بحران ہے، جس میں وہ دن بدن ڈوبتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اب تک امریکی انتظامیہ نے جو قدم اٹھائے ہیں وہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئے ہیں بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق حالات خراب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ خارجی مسائل میں مشرق وسطیٰ اور افغانستان دو ایسے چیلنج ہیں جنھوں نے پوری دنیا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ عراق کا مسئلہ بھی ابھی تک حل نہیں ہوا ہے، اب امریکہ عراق، فلسطین اور افغانستان کی گتھی سلجھانے کے لئے روس اور ایران کی مدد چاہتا ہے۔ یہ بہت بڑی تبدیلی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو اس سے پوری دنیا کا نقشہ تبدیل ہو جائے گا۔ دنیا کے نقشے پر اس وقت جن مہروں کو اہمیت حاصل ہے وہ غیر اہم ہو جائیں گے اور ان کی جگہ نئے ممالک آ جائیں گے۔ ظاہر ہے روس اور ایران اس مدد کی قیمت بھی چاہیں گے۔ روس کی معیشت بہت کمزور ہو چکی ہے وہ اس کو سنبھالنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ وہیں اسے امریکہ اور یورپ سے جو خطرات لاحق ہیں اس کی پختہ ضمانت حاصل کئے بغیر وہ حامی نہیں بھرے گا۔ اسی طرح ایران بھی اپنے مفادات کو محفوظ بنائے بغیر کوئی وعدہ نہیں کر سکتا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک نئی دنیا کا نقشہ ابھر رہا ہے۔

ہندو راشٹر کا نظریہ آئین کی صریح خلاف ورزی ہے

ممبئی کی مکوکا عدالت کے تاریخی ریمارکس سے اب تو واضح ہوگیا کہ ہندو راشٹر کے نظریے کی تشہیر کو چھوٹ دینا قانون شکنی کو بڑھاوا دینے کے مترادف ہے

مالیگاؤں بم دھماکہ کے کیس میں گرفتار ہندوتوادیوں کے مقدمے نے اس وقت ایک نیا موڑ لے لیا جب مکوکا عدالت میں بحث ان کے نظریے پر شروع ہوئی اور وہ نظریہ کوئی اور نہیں بلکہ بی جے پی اور پورے سنگھ پریوار کا ہے یعنی ملک میں ہندو راشٹر کا قیام۔ یہ وہ نظریہ ہے جس کو ملک پر تھوپنے کے لئے سنگھ پریوار آزادی کے بعد ہی سے سرگرم ہے لیکن ابھی تک اسے کامیابی نہیں ملی ہے۔ اسی نظریے کی کوکھ سے ہندوتو کا جنم ہوا ہے جس کے استعمال کے لئے سنگھ پریوار نے سپریم کورٹ سے قانونی جواز حاصل کر لیا ہے یہ اور بات ہے کہ ملک کے امن پسند، سنجیدہ اور سیکولر لوگوں نے اس کو ابھی تک قبول نہیں کیا۔ ان کا اعتراض اپنی جگہ برقرار ہے۔ یہ پرفریب دلیل کہ ہندوتو ایک طرز حیات ہے، ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتی کیونکہ وہ حقیقت میں یا نظریے کے پس پردہ عمل کچھ اور دیکھتے ہیں۔ ہندوتو نظریہ کے تحت جو پالیسی یا پروگرام بنایا جاتا ہے ملک کے جمہوری اور سیکولر آئین میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

مالیگاؤں بم دھماکہ کیس جس میں ہندوتو دہشت گرد گرفتار ہیں، کا ایک اہم حصہ ملزمین کا نظریہ ہے۔ مہاراشٹرا اے ٹی ایس نے ان کے خلاف مکوکا عدالت میں جو چارج شیٹ داخل کی ہے اس میں اس نظریہ کو کافی اہمیت دی ہے۔ چارج شیٹ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ملزمین ہندو راشٹر کے قیام کے نظریے سے متاثر تھے، ملکی آئین اور سیکولرزم سے انہیں نفرت تھی۔ چارج شیٹ میں اس کے ثبوت اور ٹیپ کے ساتھ بم دھماکے اور تخریب کاری کے ذریعے ہندو راشٹر کے قیام کی سازش اور منصوبے کی تفصیلات بھی پیش کی گئی ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ جب مقدمے کی بنیاد ہی یہی ہے تو اس پر بحث یقینی ہے۔ چنانچہ ۵/مارچ کو جب عدالت میں مقدمے کی سماعت ہوئی تو اسی موضوع پر بحث ہوئی۔ اس بحث کے دوران مکوکا عدالت نے جو ریمارکس دیئے اس سے سیدھے ہندو راشٹر کے قیام کے نظریے پر ضرب پڑتی ہے اور یہ ریمارکس مستقبل میں ایک قانونی نظیر بھی بن سکتے ہیں۔

دراصل مکوکا عدالت میں ہندو راشٹر کے قیام کی قانونی حیثیت پر بحث اس وقت شروع ہوئی ہے جب مالیگاؤں بم دھماکہ کیس کے ملزمین جن میں لیفٹننٹ کرنل پروہت، سادھوی پرگیا سنگھ ٹھاکر، دیانند پانڈے اور سمیر کلکرنی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی پیروی کرتے ہوئے دفاعی وکیل نے چارج شیٹ میں مہاراشٹرا اے ٹی ایس کے ذریعے ہندو راشٹر کے نظریے کو قابل اعتراض کہنے کو غلط قرار دیتے ہوئے یہ کہا کہ ان کے موکلوں نے ہندو راشٹر کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے، دفاعی وکیل کا صاف صاف کہنا تھا کہ سیکولر راشٹر کی جگہ ہندو راشٹر کے استعمال میں کچھ بھی غلط نہیں ہے۔ جب دفاعی وکیل نے اپنی بات پوری کر دی تو مکوکا عدالت کے جج وائی ڈی شنڈے نے وہ ریمارکس دیئے جو نہ تو سنگھ پریوار کبھی سننا پسند کریں گے اور نہ پڑھنا۔ مکوکا عدالت نے دفاعی وکیل کی بحث پر اپنا تاریخی تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک ہندو تنظیم قائم کرنا الگ بات ہے اور ایک ہندو مملکت (ہندو راجیہ یا ہندو راشٹر) قائم کرنے کی بات کرنا اس سے بالکل مختلف ہے۔ یہ بات دستور ہند کے ساتھ میل نہیں کھاتی۔ عدالت کا کہنا تھا کہ اگر کوئی شخص یا کچھ افراد مل کر کوئی ہندو تنظیم بناتے ہیں تو اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے لیکن اگر وہ ہندو راشٹر کے قیام کی بات کرتے ہیں تو یہ آئین کی خلاف ورزی ہوگی۔ اس لئے کہ ہم آئین کے پابند ہیں۔

یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ ملک کے سیکولر و جمہوری آئین میں ہندو راشٹر کے قیام کے لئے ذرا بھی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے جو لوگ ہندو راشٹر کے قیام کی باتیں کرتے ہیں وہ سراسر قانون شکنی کا ارتکاب کرتے ہیں پھر بھی ایسے لوگوں کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جاتی اور انہیں اپنے نظریے کی تشہیر کرنے اور اس کے لئے ماحول بنانے کی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ ایسے لوگوں کے خلاف ملک سے غداری کا مقدمہ چلانا چاہئے۔ مکوکا عدالت نے اپنے ریمارکس سے نہ صرف مہاراشٹرا اے ٹی ایس کی چارج شیٹ کی بنیاد پر اپنی مہر ثبت کر دی بلکہ یہ پیغام بھی دیا ہے کہ ہندو راشٹر کے قیام کے نظریے کو فروغ دینے کی چھوٹ دینا قانون شکنی کو فروغ دینے کے مترادف ہے کیونکہ اس سے آئین کی روح پر ضرب پڑتی ہے۔ ●●

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟

لاہور کے قذافی اسٹیڈیم سے متصل کچھ نقاب پوش افراد نے سری لنکا کے کھلاڑیوں پر حملہ کر کے آٹھ پاکستانیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جبکہ سری لنکا کے سات کھلاڑیوں کو زخمی کر دیا۔ مرنے والوں میں چھ پولیس والے اور دو عام شہری تھے۔ کہا گیا ہے کہ یہ حملہ ۲۶/نومبر کو ممبئی میں ہونے والے حملہ جیسا ہی تھا۔ ممبئی میں حملہ آوروں نے ہوٹل اور دوسری عمارتوں پر قبضہ کرنے کے بعد کئی دن تک دہشت گردی کا مظاہرہ کیا تھا۔ لاہور میں کھلاڑیوں کو لے کر آنے والی وی آئی پی بس پر شب خون مارا گیا تھا۔ ان دونوں کیسوں میں کس طرح کی مماثلت دیکھی گئی یہ ظاہر نہیں ہوسکا۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس حملہ نے دنیا کو سکتے میں مبتلا کر دیا جو پہلے ہی سے ان ناقابل کنٹرول جنگجو عناصر سے نمٹنے کی کوشش کر رہی ہے جو پاکستان کو کمزور کرنے اور ٹکڑوں میں بکھیرنے کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔

یہ بات واضح تو نہیں کی گئی ہے تاہم یہ کہہ کر ان کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ پاکستانی فورسز اپنے شمال مغربی علاقوں میں جنگجوئیت کی لہر کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ جن علاقوں کو القاعدہ کے لئے محفوظ جنت قرار دیا جا رہا ہے۔ جبکہ بعض مبصرین کا کہنا ہے کہ پاکستان کے لئے خطرہ خود پاکستانی حکمراں، ان کے غیر ملکی آقا، اتحادی اور حلیف و حریف بنے ہوئے ہیں۔ جن کے اشاروں پر وہ ناچتے ہیں اور جو پاکستانی عوام کا قتل عام کرنے پر انہیں مجبور کرتے، احکام جاری کرتے اور دھمکیاں دیتے رہتے ہیں جبکہ پاکستانی حکمراں چونکہ حب الوطنی، خودداری اور ضمیر و عزت نفس سے محروم ہو چکے ہیں۔ وہ ملک و قوم دین و ملت، خودداری، ضمیر اور عزت نفس سب کچھ داؤ پر لگا کر بدلے میں اقتدار پر قابض رہتے اور دولت کی ہوس کے کبھی نہ بھرنے والے شکم کو جو غبارے کی طرح لامحدود طور پر پھولتا رہتا ہے زیادہ سے زیادہ پھلانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ ورنہ دشمنان پاکستان کی طرف انگشت نمائی کر سکتے ہیں اور نہ ملک و قوم کے تحفظ کا جذبہ اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں کہ ایسی حالت میں نہ ان کا اقتدار برقرار رہے گا۔ نہ وہ خود محفوظ رہیں گے۔ یوں بھی انھوں نے امریکہ، اسرائیل اور ان کے اتحادیوں کی جڑیں پاکستان میں اس قدر گہرائی اور مضبوطی کے ساتھ جما دی ہیں کہ ان کو اکھاڑنے کی کوشش میں خود پاکستان کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں گی۔ وزیر اعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی نے کہا ہے کہ اس سانحہ نے ملک کی عزت خراب کر دی ہے اور وزارت داخلہ کے سربراہ رحمٰن ملک نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان جنگ کی حالت سے دوچار ہے۔ ظاہر ہے یہ لوگ اس طرح کے بیانات جاری کرنے سے زیادہ کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ ادھر لاہور کے پولیس سربراہ حبیب الرحمٰن نے بتایا ہے کہ حملہ آور بارہ تھے جو راکٹ، لانچر، ہینڈ گرینیڈ، کلاشنکوف اور ماؤزر لئے ہوئے تھے اور اطلاعات کے مطابق آٹو رکشاؤں سے آئے تھے۔ انھوں نے کھلاڑیوں کی ٹیم کی بس پر راکٹوں، ہینڈ گرینیڈوں اور آٹومیٹک ہتھیاروں سے حملہ کیا تھا۔ اور سیکورٹی فورسز سے پچیس منٹ تک مقابلہ کرتے رہے۔ وہ بہت ٹریننگ یافتہ تھے وہ حملہ کرنے کے بعد شہر میں غائب ہوگئے، ان میں سے نہ کوئی مارا گیا نہ گرفتار کیا گیا۔ وہ اپنی مشین گن راکٹ اور بیگ وغیرہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان کے بیگوں سے خشک میوہ جات، منرل واٹر اور وائرلیس کی ... برآمد ہوئی ہیں۔ ذمہ داران حملہ آوروں کی شناخت یا ان کے مقاصد کے بارے میں کوئی قیاس آرائی بھی نہیں کر سکے۔ وہ لوگ عام آدمی معلوم نہیں ہو رہے تھے۔ پاکستانی حکمرانوں کے ان بیانات سے ان کے انداز فکر، ان کی ذہنی حالت اور صلاحیت و قابلیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

ایک پاکستانی ناول نگار علی سیٹھی نے اسی روز نیویارک ٹائمز کو ایک مضمون لکھ کر اشاعت کے لئے بھیج دیا جس میں اس نے لکھا ہے کہ پاکستان میں عام آدمی ہر طرف ایک ہی بات کہتا نظر آتا ہے۔ یہ سب کچھ بھارت کو یہ دکھانے کے لئے کیا گیا ہے کہ پاکستان میں ہم بھی اسی طرح کی دہشت گردی کے شکار ہو رہے ہیں۔ ہر آدمی کہہ رہا ہے کہ یہ خود پاکستانی حکومت نے کیا ہے۔ علی سیٹھی نے اپنے ایک دوست پولیس افسر علی رضا کے حوالے سے لکھا ہے کہ حملہ آوروں نے یہ کام شہر کے ایک مصروف ترین چوراہے پر انجام دیا جو بیس منٹ سے زیادہ دیر تک فائرنگ کرتے رہے اور پھر رکشہ کے ذریعے بھاگ جانے میں کامیاب ہوگئے۔ وی آئی پی قافلہ کے لئے کس قدر احتیاطی انتظامات کئے جاتے ہیں ہم جانتے ہیں، جبکہ یہ وی وی آئی پی قافلہ تھا۔ اس علاقے کے ہر ایک گھر کی پولیس نے گھیرا بندی کر رکھی تھی پھر بھی حملہ آوروں کو ایک کھرونچ تک نہیں آئی۔ اسی طرح کے خیالات و احساسات پاکستان کے پرائیویٹ ٹی وی چینلوں پر بھی ظاہر کئے جا رہے تھے۔ صوبہ پنجاب کے گورنر نے جس نے گزشتہ ہفتے ہی صدر آصف علی زرداری کے حکم پر صوبہ کی منتخب حکومت کو برخاست کیا ہے۔ حملے کے فوراً بعد ٹی وی پر آ کر اعلان کیا۔ یہ اس طرح کا حملہ ہے جب گزشتہ نومبر میں ممبئی میں کیا گیا تھا۔ اپوزیشن پارٹی پاکستانی مسلم لیگ کے ایک لیڈر کا کہنا ہے کہ اس میں کسی شک وشبہے کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ بھارتی انٹلیجنس ایجنسیز کا کام ہے۔ پاکستان کی سیکورٹی سروسز آئی ایس آئی کے ایک سابق سربراہ کا بھی یہی کہنا ہے۔ اسلام آباد کے ایک تجزیہ کار نے اعلان کیا کہ ہر لحاظ سے یہ ظاہر ہے کہ پاکستان میں ایک غیر ملکی کرکٹ ٹیم پر حملہ کر کے بھارت نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ اس شو میں ایک اور مہمان نے کہا کہ ایک دوسرے پر الزام تراشی ملکوں کا ہمیشہ کا طریقہ رہا ہے۔ کیونکہ اس سے بالآخر لوگوں کی اندرونی مسائل سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ انھوں نے بے نظیر بھٹو کے قتل کی مثال دی جس کے فوراً بعد سازشوں کا چرچا ہوا تھا، لیکن آج تک اس کی انکوائری نہیں ہو پائی حتیٰ کہ بے نظیر بھٹو کے شوہر نے جو اس وقت پاکستان کے صدر بنے بیٹھے ہیں اعلان کر دیا ہے کہ ہم انکوائری کرانا نہیں چاہتے، دیکھ لیجئے کہ اس سے فائدہ کس کو ہوا جن لوگوں کو فائدہ ہوا وہی اس کے مجرم ہیں۔ انٹلیجنس کے ایک سابق افسر نے کہا ہے کہ انھوں نے چند ہفتے قبل ایک رپورٹ دیکھی تھی جس میں لکھنؤ میں اس طرح کے حملہ کی وارننگ دی گئی تھی، شاید وہ ایک کرکٹ ٹیم ہی کے سلسلے میں تھی۔ ایک پولیس افسر کا کہنا ہے یہ دہشت گردوں کا، جرائم پیشہ افراد کا کام ہوسکتا ہے لیکن یہ ایجنسیوں کا بھی کام ہوسکتا ہے۔ یہ بھارت کا بھی کام ہوسکتا ہے۔

بہرحال جس نے بھی کیا اس نے بہت ہوشیاری کے ساتھ انٹلی جنس کے انداز میں کیا ہے۔ لیکن حکومت پاکستان نے قومی اسمبلی میں اس حملے میں بھارت یا ایل ٹی ٹی ای کے ملوث ہونے کو خارج از امکان قرار دے دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ اس کے پیچھے القاعدہ کا ہاتھ ہوسکتا ہے۔ اس حقیقت کو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک نے پاکستان میں دہشت گردی کا اندیشہ ظاہر کر کے کرکٹ کھیلنے سے منع کر دیا تھا، پھر بھی سری لنکا نے اپنی ٹیم بھیج دی۔ اس سے کتنے لوگوں کی بھنویں تن گئی ہوں گی۔ وہ اس میچ کو عملی جامہ پہنتے کس طرح گوارا کر سکتے تھے۔ اس حملے سے سری لنکا کو بھی سبق سکھا دیا گیا۔ پاکستان کے دہشت گردی کا مرکز ہونا بھی ثابت کر دیا گیا۔ پاکستانی حکمرانوں کو دہشت گردی کے نام پر اپنے ملک کے عوام کے خلاف دہشت گردی کا حکم بھی دے دیا گیا اور کھلی چھوٹ کا پروانہ بھی تھما دیا گیا اور افغانستان کی طرح اس کی گھیرا بندی کرنے اور وہاں بین الاقوامی فوجیں اتارنے کے لئے ٹھوس بنیادیں بھی فراہم کر دی گئیں۔ پاکستانی عوام کو دہشت زدہ بھی کر دیا گیا۔ ان کو خاموش رہنے کے لئے مجبور بھی کر دیا گیا اور حکمرانوں کو بھی تحفظ فراہم کر دیا گیا۔ ایک تیر سے کتنے شکار کر دیئے گئے۔ اتنی بڑی پلاننگ کون کون سی طاقتیں کر سکتی ہیں بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔ کیا پاکستانی حکمراں خود اپنی طرف یا اپنے آقاؤں، اس کے اتحادیوں اور حلیفوں کی طرف انگشت نمائی کی جرأت کر سکتے ہیں۔ وہ خود کیا ہیں سب جانتے ہیں وہ وہی ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے۔ ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟ ●●

کیا تہذیبوں کا تصادم ناگزیر ہے

رابرٹ مینارڈ

دوحہ: کیا پتہ امریکی مضمون نگار اور "تہذیبوں کے تصادم" کے مفروضے کے خالق سیموئل ہنٹنگٹن نے غلط سمجھا ہو؟ یہ خیال مغربی دنیا اور عرب ممالک کی رائے عامہ کے درمیان وسیع ہوتی ہوئی دراڑ کے برعکس ہو سکتا تھا۔ آیئے ذرا کوشش کرتے ہیں اور اس تقسیم کی وجوہ جاننے کے لئے ان دو معاملات سے آغاز کرتے ہیں جو مشرق وسطیٰ، بلکہ اگر زیادہ عمومی طور پر کہا جائے تو 'عرب سٹیلائٹ' کہلانے والے علاقے کے رہنماؤں کی گفتگو کا موضوع ہیں۔ اسرائیل فلسطین تنازعہ ہو یا عوامی زندگی میں مذہب کی حیثیت، ایک ہی لفظ کا واشنگٹن، پیرس اور قاہرہ میں الگ الگ مطلب لیا جاتا ہے۔

فلسطین کے مسئلے کے حوالے سے عرب لیڈر جوش و خروش کے ساتھ ہم مغرب والوں پر دوہرا معیار رکھنے کا الزام لگاتے رہتے ہیں جس کی بنیاد یہ مفروضہ ہے (جو شاید صحیح بھی ہے) کہ ہم "بین الاقوامی برادری" یا "جمہوریت" جیسی اصطلاحوں پر صرف اس وقت زور دیتے ہیں جب یہ ہمارے مفادات کے مطابق ہوتی ہیں۔ دریں حالات نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دوسرے فریق پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا یا باہم گفت و شنید مشکل ہو جاتی ہے۔

یہ کلیہ مذہب کے احترام پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ ایک طرف ہم مغرب میں معاہدوں، دساتیر اور آزادیٔ اظہار، انسانی حقوق اور تنقید کرنے کے حق پر اپنی قراردادوں کو اتنی اہمیت دیتے ہیں جیسے یہ خدائی احکام ہوں اور دوسری طرف ہم اسلام کے تقدس کی بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا مذاق نہیں اڑانا چاہئے۔ بیشتر اوقات ہم خود کو اپنی ہی ممانعتوں کے روبرو کھڑا پاتے ہیں۔ میموریل قوانین کی آڑ میں، جیسے فرانس میں ہولوکاسٹ کے بارے میں یا آرمینیا کے قتل عام یا غلامی کے حوالے سے، ہمارے اپنے مخمصے ہیں۔ ہم اپنے مخصوصوں کو تو جائز سمجھتے ہیں لیکن دوسروں پر تنقید کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کا کردار سماعت کی حس نہ رکھنے والوں کی اس گفتگو میں انتہائی اہم ہے۔ وہ درمیان میں حائل فاصلوں کو کم کرنے میں مدد بھی دے سکتے ہیں اور اختلافات کی آگ پر تیل چھڑکنے کا کام بھی کر سکتے ہیں۔ یہی وہ مشاہدہ تھا جس نے دوحہ میں مرکز برائے آزادیٔ معلومات قائم کرنے کے تصور کو جنم دیا جس کا مقصد مختلف ثقافتوں اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے صحافیوں اور ذرائع ابلاغ کی مدد اور اپنے ہی ملک میں خطرات سے دوچار صحافیوں کو جائے پناہ فراہم کر کے میڈیا کی آزادی کو یقینی بنانا ہے۔

انسانی حقوق کے دفاع اور آزادیٔ اظہار رائے ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ دنیا بھر کی وکالت کرنے کے لئے مغربی دنیا سے باہر کسی بین الاقوامی ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس مرکز کا قیام اس تاویل کو کمزور کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا کہ انسانی حقوق کی وکالت مغرب کا ایک حربہ ہے جسے اکثر و بیشتر اپنے مفادات حاصل کرنے کے لئے بہانے کے طور پر وہ استعمال کرتا ہے۔ لیکن یہ مرکز قائم کرنے کے لئے قطر کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ کیونکہ یہ چھوٹا سا ملک مصالحت کو اپنی خاصیت سمجھتا ہے۔ امسال مئی میں بھی قطر نے لبنانی گروہوں کے درمیان مکالمے کے انعقاد سے اپنی مصالحتی صلاحیت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس مکالمے کے نتائج سب کے علم میں ہیں۔ لیبیا میں پکڑی جانے والی بلغاریہ کی نرسوں کو جولائی میں رہا کرانے میں بھی قطر نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ آج کل قطر دارفور کی صورتحال کا حل تلاش کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے جنہیں ذرائع ابلاغ میں شہ سرخیوں کے ساتھ جگہ مل رہی ہے۔ لیکن سب سے اہم بات ہے کہ قطر ایک ایسی نایاب جگہ ہے جہاں فلسطینی اور اسرائیلی ایک دوسرے کے ساتھ بالمشافہ ملاقات کر سکتے ہیں۔ اس مرکز کی مجلس عاملہ میں عرب اور اسرائیل کے علاوہ شمالی افریقہ اور خلیجی ممالک کی کلیدی اہمیت کی شخصیات بھی شامل ہیں۔ اس اہم حقیقت کی بنا پر یہ بات یقینی ہونی چاہئے کہ اس مرکز کی سرگرمیاں محض بیان بازی تک محدود نہیں رہیں گی۔

اس آئیڈیے کا مقصد مکالمے اور تحمل و بردباری کے لئے کی جانے والی ان درخواستوں کی طویل فہرست میں ایک نئی اپیل کا اضافہ کرنا نہیں ہے جو آج تک اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکیں۔ بلکہ عملی اقدامات اور نظر آنے والی پیش رفت کرنا ہے چاہے وہ کتنے ہی اوسط درجے کے ہوں۔ اس ضمن میں مرکز نے سمیر کثیر فاؤنڈیشن کے ساتھ مل کر لبنانی ذرائع ابلاغ کی ملاقات کا اہتمام کیا ہے جس کا مقصد اچھے اخلاق کا ضابطہ تشکیل دینا ہے۔ اس سرگرمی کی بنیاد اس یقین پر ہے کہ ایک بھرپور، آزاد اور پرعزم میڈیا آپس میں لڑنے جھگڑنے اور گالیاں اور دھمکیاں دیتے رہنے سے ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔ کیا یہ مرکز ایک مختلف انداز فکر پیدا کرے گا؟ اور انسانی حقوق کے بارے میں مختلف نقطۂ نظر بھی جو انہیں تلوار کی نوک پر نافذ کرانے کی بعض پالیسیوں کی وجہ سے اپنی ساکھ کھو بیٹھے ہیں؟ یہی تو چیلنج ہے۔ ہنٹنگٹن اور اس کے مفروضے کو غلط ثابت کرنا ہے ●●

فکر معاصر

لوک سبھا انتخابات

ملک میں آئندہ عام انتخابات کے لئے بگل بج چکا ہے۔ الیکشن کمیشن نے ۱۵ویں لوک سبھا کے لئے انتخابات کی تاریخوں کا اعلان کردیا ہے، جس کے مطابق ۱۶ /اپریل سے ۱۳ /مئی کے دوران ۵ مرحلوں میں ۵۴۳ سیٹوں کے لئے انتخابات کرائے جائیں گے۔ ۱۶ /مئی وہ دن ہوگا جس میں عوام کو معلوم ہوجائے گا کہ کس اُمیدوار کی ضمانت ضبط ہوگئی ہے اور کون اُمیدوار پارلیمنٹ کے دروازے پر دستک دے چکا ہے۔ اُسی دن یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ پارلیمنٹ کے اندر وزیر اعظم کے طور پر حلف لینے والا امیدوار کون ہوگا۔ اس بار رائے دہندگان کی فہرست میں چار کروڑ ۵۶ لاکھ نئے نام جڑرہے ہیں جس کی وجہ سے رائے دہندگان کی کل تعداد بڑھ کر ۷۱ کروڑ ۱۴ لاکھ ہوجائے گی۔ اگر اوسطاً ۴۵ کروڑ رائے دہندگان نے بھی سوجھ بوجھ کے ساتھ اپنے حق رائے دہی کا استعمال کیا تو کم ازکم پارلیمنٹ کو ان لیڈروں سے نجات مل سکتی ہے، جو نہ صرف پارلیمنٹ کے لئے بلکہ عوام پر بھی بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ ملک میں صاف وشفاف اور آمدانہ انتخابات اب کوئی موضوع نہیں رہا۔ الیکشن کمیشن نے لنگڈوہ کے زمانے سے ہی اپنی کارکردگی کو مزید سے مزید بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ وہ چاہے نکسل سے متاثرہ علاقہ ہو یا پھر جنگجوئیت سے تباہ حال ریاست، الیکشن کمیشن نے آزادانہ ومنصفانہ انتخابات کے ذریعہ اپنی ساکھ کو مضبوط بنالیا ہے۔ یہ ۱۹۹۸ء سے قبل کا زمانہ تھا جس میں سیاسی پارٹیوں کے غنڈے طمنچہ لے کر پولنگ بوتھ پر کھڑے ہوجاتے تھے۔ رائے دہندگان کو اپنی پارٹیوں کے حق میں رائے دہی کے لئے دھمکاتے، ڈراتے تھے۔ یہاں تک کہ پولنگ بوتھ پر قبضہ کرکے بیلٹ بکسوں کو فرضی ووٹوں سے بھردیا جاتا تھا۔ لیکن ملک بھر میں الیکٹرانک ووٹنگ مشین کا تجربہ اور الیکشن کمیشن کے بہتر اقدامات نے سیاسی پارٹیوں کے غنڈوں کے طمنچے زنگ آلود کردیئے ہیں۔ اس لئے کوئی غنڈہ بذات خود کسی وجہ سے الیکشن تو جیت سکتا ہے وہ طمنچے کے زور پر کسی امیدوار کی ضمانت بچانے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس لئے آزادانہ ومنصفانہ انتخابات کوئی موضوع نہیں ہے لیکن انتخابات کے بعد ملک کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں جاتی ہے یہ موضوع ضرور ہے۔ اگر رائے دہندگان بالخصوص مسلمانوں نے سیاسی شعور اور بالغ نظری کا مظاہرہ نہیں کیا تو یقینی طور پر ملک میں پانچ سال تک قائم پرامن ماحول، بھائی چارہ اور سماجی ہم آہنگی ختم ہوسکتی ہے کیونکہ ۵ سال قبل این ڈی اے کے دوراقتدار میں بی جے پی کے لئے اگرچہ ہندوستان چمک رہا تھا لیکن سچائی یہ تھی کہ اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کا جینا دوبھر کردیا گیا تھا۔ گجرات میں مسلمانوں کا قتل عام اور ملک بھر میں فرقہ وارانہ فسادات یہی وہ کام تھے جو بی جے پی نے مسلمانوں کے حق میں کئے۔ اس لئے مسلمانوں کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے کہ وہ ان حالات کو دوبارہ پیدا ہونے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں، جس کی وجہ سے وہ خدا کی پناہ مانگنے لگے تھے۔ لوک سبھا انتخابات کے نتائج صرف ملک کی قسمت کو طے نہیں کرتے بلکہ عوام کی قسمت بھی طے کرتے ہیں۔ اس لئے یہ بنیادی طور پر رائے دہندگان کی ذمہ داری ہے کہ وہ رائے دہی کے حق کو استعمال کرنے سے قبل یہ ضرور سوچ لیں کہ وہ جس امیدوار کی حمایت کررہے ہیں اس کی حمایت ملک وقوم کے حق میں بہتر ہے کہ نہیں۔ رائے دہی کا عمل لاٹری کھیلنے جیسا کام نہیں ہے۔ جس میں نتیجے کے بارے میں شبہ ہو۔ رائے دہندگان جس قدر اچھے امیدوار کا انتخاب کریں گے ملک کی جمہوریت اسی قدر اچھی طرح پٹری پر دوڑے گی۔ آئندہ لوک سبھا انتخابات میں بی جے پی کے پاس انتخابی موضوعات نہ کے برابر ہیں۔ اگر دہشت گردی، کساد بازی اور مہنگائی جیسے موضوعات موجود بھی ہیں، تو اس کی کشش پوری طرح ختم ہوچکی ہے۔ یقینی طور پر ملک کے رائے دہندگان لال کرشن آڈوانی یا نریندر مودی جیسے لیڈروں سے دہشت گردی پر لیکچر سننا پسند نہیں کریں گے۔

(جدید خبر، نئی دہلی)

شریف برادران کی نا اہلی کا فیصلہ اور اسکے مضمرات

اختیار، اقتدار اور حکمرانی ایک بڑی آزمائش ہے۔ اس آزمائش میں وہی پورا اُترتا ہے جو حکومت کو امانت سمجھے اور اپنی ذات اور مفادات سے بالا تر ہوکر فیصلے کرے۔ لیکن جو حکمراں صرف اپنے اقتدار کو دوام دینے اور کرسی کو مضبوط کرنے کی فکر میں مبتلا ہوجائے وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ انسان کو بھٹکانے کے لئے یہ غلط فہمی کافی ہے کہ اس کا اقتدار ہمیشہ قائم رہے گا۔ ایسے میں آنکھوں پر پردے پڑجاتے ہیں دل ودماغ پر مہر لگ جاتی ہے اور مت ماری جاتی ہے اور پھر اقتدار ہوا میں تحلیل ہوجاتا ہے۔ ماضی گواہ ہے کہ کرسی اقتدار پر ہاتھ مار مار کر یہ دعوے کرنے والے کہ ''یہ کرسی بہت مضبوط ہے'' پھانسی کے پھندے میں جھولتے نظر آئے۔ ۱۹۸۸ء کے بعد پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کی حکومتیں باہم متصادم ہوکر آتی اور جاتی رہیں۔ آخر کار فوج نے اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی ماضی سے سبق حاصل کرنے کو تیار نہیں۔ ۲۰۰۶ء میں جب پاکستان کی دو بڑی جماعتوں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نواز میں میثاق جمہوریت طے پایا تھا تو یہ خوش فہمی ہوگئی تھی کہ ماضی سے سبق لے لیا گیا ہے اور آئندہ ماضی کی غلطیاں نہیں دہرائی جائیں گی۔ لیکن اب شاید نئی غلطیوں کے ارتکاب کی ٹھان لی گئی ہے۔ میثاق جمہوریت بھی معاہدہ بھوربن کی طرح کاغذ کا بیکار ٹکڑا ثابت ہوا کہ ''معاہدے اور وعدے کوئی قرآن وحدیث تو نہیں ہوتے۔'' لیکن اس نئی محاذ آرائی کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ کیا وہی جو ماضی میں نکلتا رہا ہے اور ملک ایک بار پھر دس سال پہلے کی کہانی دہرائے گا؟ اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہوگی کہ ملک آگے بڑھنے کے بجائے ہر چند سال بعد پیچھے چلا جاتا ہے۔

پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے آخر کار یہ فیصلہ دے دیا کہ دومرتبہ ملک کے وزیر اعظم منتخب ہونے والے میاں نواز شریف اور دوبارہ پنجاب کا وزیر اعلیٰ بننے والے میاں شہباز شریف نااہل ہیں۔ عدالت عظمیٰ کے تین رکنی بینچ کے سربراہ جناب جسٹس موسیٰ لغاری نے فیصلہ سنانے سے ایک دن پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ایک سزا یافتہ شخص کو پنجاب حکومت میں اعلیٰ عہدے پر تعینات کیا گیا ہے۔ شریف برادران کی نااہلی کا مقدمہ جس رُخ پر لے جایا جارہا تھا اس کے پیش نظر فیصلہ غیر متوقع نہیں اور اس کے نتیجے میں فوری طور پر جو ہوا ہے اور ہوگا وہ بھی غیر متوقع نہیں ہونا چاہئے۔ فیصلہ چونکہ عدالت کا ہے اس لئے اس پر کسی بھی قسم کا تبصرہ کرنے کا خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا تاہم معزز جج حضرات کو خود علم ہوگا کہ عوام کا تاثر کیا ہے اور خلق خدا اس فیصلے پر کیا کہہ رہی ہے۔ میاں نواز شریف، شہباز شریف اور ان کی پارٹی کے رہنما تو کھل کر اپنے تاثرات اور خیالات کا اظہار کررہے ہیں۔ وہ اس کے نتائج کا سامنا کرسکتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ۳/نومبر ۲۰۰۷ء کو ایک فوجی سربراہ کے حکم پر قائم ہونے والی عدالتوں کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ فیصلہ بلاشبہ عدالت کے ذریعہ ہوا ہے لیکن اس کا سارا ملبہ پیپلز پارٹی ہی پر پڑے گا جو بڑے اطمینان سے یہ کہہ کر الگ ہونا چاہتی ہے کہ ہمارا اس سے کیا تعلق، یہ تو عدالت کا فیصلہ ہے اس دلیل کو درست مانا جاسکتا ہے لیکن پھر اس فیصلے کا کیا ہوگا جس کے خلاف پیپلز پارٹی گزشتہ ۲۰ برس سے شور مچارہی ہے۔ اب اسے بھی یہ تسلیم کرلینا چاہئے کہ پی پی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دینے کا عدالتی فیصلہ صحیح تھا اور مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا، وہ کوئی سیاسی یا آمرانہ فیصلہ نہیں تھا بلکہ عدالت عظمیٰ نے ثبوت وشواہد کی بنا پر کیا تھا۔ پیپلز پارٹی کو اس دور کی عدالت کو کینگرو کورٹ کہنے پر بھی معذرت کرنی چاہئے یا پھر ڈوگر کورٹ کے حوالے سے اپنا موقف واضح کرنا چاہئے۔ شریف برادران نے تو اپنا مقدمہ اس بنیاد پر نہیں لڑا کہ وہ ان عدالتوں کو تسلیم ہی نہیں کرتے تاہم اس مقدمہ کے حوالے سے پیپلز پارٹی حکومت نے یقین دلایا تھا کہ وفاق اس کی پیروی کرے گا اور اٹارنی جنرل جناب لطیف کھوسہ مقدمہ لڑیں گے۔ تاہم وکیل صفائی بیرسٹر اکرم شیخ کا کہنا ہے کہ لطیف کھوسہ نے عدالت میں سارے دلائل میاں صاحبان کی نااہلی کے حق میں دیئے۔ پیپلز پارٹی کی اتحادی جماعت اے این پی کے رہنماؤں اسفند یار ولی اور زاہد خان نے عدالت کے فیصلے کو غلط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ کسی کو اہل یا نااہل قرار دینا عوام کا حق ہے، یہ فیصلہ تسلیم نہیں کرتے۔ خود پیپلز پارٹی کے جناب نبیل گبول اور دیگر معقول رہنماؤں نے فیصلے پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔

پاکستان کی عدالتوں کی طرف سے نظریہ ضرورت کا اب تک بڑا چرچا ہے۔ جنرل ضیاء الحق کی طرف سے وزیر اعظم محمد خاں جونیجو کی حکومت کی برطرفی کے مقدمہ میں عدالت نے فیصلے کو غلط قرار دیا تھا تاہم کہا تھا کہ اب چونکہ نئے انتخابات ہوچکے اور نئی حکومت کام کررہی ہے اس لئے جونیجو حکومت کی بحالی کی گنجائش نہیں رہی۔ یعنی یہ بھی نظریہ ضرورت ہی کی ایک قسم تھی کہ جونیجو حکومت کی بحالی سے نیا سیاسی نظام متاثر ہوگا۔ موجودہ عدالت کے بھی علم میں ہوگا کہ پنجاب حکومت کی برطرفی کے فیصلے سے ملک پر کیا اثرات پڑیں گے۔ پنجاب میں فوری طور پر ہنگامے شروع ہوچکے ہیں اور ہنگاموں کے بڑھنے کا خدشہ ہے۔ وفاقی حکومت بھی زد میں آسکتی ہے۔ اس میں صرف حکمرانوں ہی کو شبہ ہوگا کہ پنجاب میں مسلم لیگ (ن) پیپلز پارٹی کے مقابلہ میں زیادہ عوامی پذیرائی رکھتی ہے۔ اور گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر اب تک پنجاب یا لاہور کو لاڑکانہ بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکے ہیں اور اب تو یہ کام اور بھی دور جاپڑا ہے۔ سلمان تاثیر جیسے مشیر کسی کسی کو ملتے ہیں۔ پنجاب پر قبضہ کی ان کی خواہش بہرحال پوری ہوگئی ہے اور دو ماہ کے لئے گورنر راج نافذ ہوگیا ہے۔ انہوں نے فوری طور پر اپنی پسند کے افسران لگانے شروع کردیئے ہیں اور عین اسی وقت وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی میاں شہباز شریف کو ٹیلی فون پر بتارہے تھے کہ انہوں نے پنجاب میں کسی قسم کے تبادلوں کی ہدایت نہیں کی۔ تاہم بے اختیار وزیر اعظم تو ایک دن پہلے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ پنجاب میں عدم استحکام نہیں چاہتے، پنجاب حکومت کو غیر مستحکم نہیں کیا جائے گا، مفاہمت کی پالیسی جاری ہے۔ وزیر اعظم کو خبر ہو کہ ان کے ساتھیوں نے پنجاب کو ایک بار پھر عدم استحکام سے دوچار کردیا ہے اور اب اس کے شعلے ان کے دامن ہاؤس میں بلا کر یقین دلایا تھا کہ کوئی ان سے پنجاب کی حکومت نہیں چھین رہا اور وہ پنجاب حکومت کو گرانے کی کوششوں کا حصہ نہیں بنیں گے۔ ممکن ہے جو ہوا ہے جناب یوسف رضا گیلانی اس کا حصہ نہ بنے ہوں یا انہیں خبر ہی نہ ہوئی ہو کہ کیا ہونے جارہا ہے۔

فیصلہ بے شک عدالت نے سنایا ہے تاہم میاں نواز شریف کا دعویٰ ہے کہ صدر زرداری نے میاں شہباز شریف کو بلا کر ان سے کہا تھا کہ ''آؤ ایک بزنس ڈیل کرتے ہیں، جسٹس ڈوگر کی مدت ملازمت میں توسیع میں ساتھ دو، افتخار چودھری کی حمایت سے دستبردار ہوجاؤ تو دونوں بھائیوں کی نااہلی کے مقدمے کا فیصلہ ان کے حق میں کروادوں گا۔'' نواز شریف نے اپنی پریس کانفرنس میں اس کا حوالہ دے کر پوچھا ہے کہ ''فیصلہ ججوں کا ہے یا زرداری کا؟''

ظاہر ہے کہ میاں صاحب کے پاس اپنے اس دعوے کا کوئی ثبوت نہیں ہوگا اور پیپلز پارٹی آسانی سے اس کی تردید کرسکتی ہے۔ لیکن عوام کا اعتماد متزلزل ہوچکا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے وہ ہرگز میثاق جمہوریت کے مطابق نہیں ہے۔ پنجاب میں گورنر راج کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہ جلتی پر تیل چھڑکنے کے مترادف ہے۔ جناب سلمان تاثیر جنرل پرویز مشرف کا انتخاب تھے اور پنجاب پر ان کو مکمل اختیار دینے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ صوبہ پر اب بھی پرویز مشرف کا اقتدار ہے۔ اس سارے معاملے کا فائدہ مسلم لیگ (ن) کو پہنچے گا اور وہ پہلے سے زیادہ طاقتور ہوکر سامنے آئے گی۔ جب بھی انتخابات ہوں گے پنجاب میں ن لیگ زیادہ بڑی اکثریت سے سامنے آئے گی۔ اس اکھاڑ پچھاڑ سے وہ کلاء کی جاری تحریک میں بھی جان پڑے گی اور تصادم کے خطرات بڑھیں گے۔

(جسارت کراچی)

برطانیہ...... ایک غرقاب جزیرہ

ایس اے قدوائی

ایک دور تھا جب دنیا میں تاجدار برطانیہ کا سکہ چلتا اور سلطنت برطانیہ کا سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور آج اس کی بے چارگی اور بے بسی کی طویل رات ختم ہونے اور طلوع سحر کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ اب برطانوی اقتدار کا دائرہ سمٹ کر وسائل سے محروم ایک مختصر سے جزیرے کی پارلیمنٹ اور اس کا شاہانہ جاہ وجلال اور کروفر قصر بکنگھم تک محدود ہوچکا ہے۔ برطانوی معیشت امریکی امداد کی محتاج اور اس کے لیڈر امریکہ کی چاپلوسی اور کاسہ لیسی پر مجبور ہیں، جس کے بارے میں خود برطانوی رائے عامہ کا اندازہ سابق وزیر اعظم ٹونی بلیئر کے لئے ''بش کا پوڈل'' کے خطاب سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اسی حوالے سے ہفت روزہ ''نیوز ویک'' (شمارہ ۲۵/ فروری ۲۰۰۹ء) میں ''سمندر میں غرقاب جزیرہ'' کے عنوان سے اسٹرائیکر میک گائر کے اس مضمون میں کہا گیا ہے کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد سے وہائٹ ہاؤس میں ہر نئے سربراہ مملکت کی آمد کے موقع پر ہر بار ایک ہی سوال برطانیہ کے پیش نظر رہا ہے: اس مرتبہ ہمارے نام نہاد خصوصی تعلقات کس قدر خاص الخاص نوعیت کے ہوں گے؟ چنانچہ جب بارک اوباما نے اپنی تقریب حلف برداری کے بعد وزیر اعظم گورڈن براؤن سے ٹیلی فون پر پندرہ منٹ گفتگو کی تو برطانیہ میں اس خبر کو بڑی اہمیت دی گئی۔ حالانکہ بارک اوباما نے اسی دن وزیر اعظم کنیڈا اسٹیفن ہارپر اور سعودی عرب کے شاہ عبداللہ سے بھی بات کی تھی اور اس سے بھی پہلے اسی ہفتے وہ فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس اور اسرائیلی وزیر اعظم ایہود اولمرٹ سے بھی بات چیت کرچکے تھے۔ اب ذرا گورڈن براؤن کی اس سراسیمگی اور پریشانی کا تصور کیجئے جس سے وہ اس وقت دوچار ہوئے ہوں گے جب اوائل فروری میں انہیں یہ پتہ چلا ہوگا کہ نئے صدر سے مصافحہ کا شرف حاصل کرنے والی پہلی عالمی شخصیت کوئی اور نہیں بلکہ ان کے پیشرو اور برطانوی سیاسی اکھاڑے کے ایک دیرینہ حریف ٹونی بلیئر تھے۔ اگلے ہی دن روزنامہ ٹیلی گراف نے اپنے صفحہ اول پر اوباما اور بلیئر کی تصویر شائع کی اور اس کے ساتھ وزیر اعظم کے لئے یہ انتباہ بھی: ''اگر آپ گورڈن ہیں تو اب کسی اور طرف دیکھئے''۔

اس پورے معاملے میں گورڈن براؤن اور ان کے بیشتر تبصرہ نگار جو بات جان بوجھ کر نظر انداز کررہے ہیں وہ یہ ہے کہ برطانوی، امریکی خصوصی تعلقات کی اہمیت اس امر پر منحصر ہے کہ آپ دوربین کے کس زاویے سے ان کا جائزہ لیتے ہیں۔ برطانیہ میں تو اس کی بڑی اہمیت ہے مگر امریکیوں کی سماعت کے لئے ''خصوصی تعلقات'' کی اصطلاح تقریباً مکمل طور پر اجنبی اور نامانوس ہے۔ امریکہ بہرحال بڑھتے ہوئے ہسپانوی اثرات سے متاثر اور اقتصادی طور پر ایشیا سے تعلقات استوار کرنے پر پوری طرح مائل ہے اور وہ طویل عرصے سے قائم اپنے اتحاد کے مراکز منتقل یا کم ازکم ان کا دائرہ وسیع کرنے پر مجبور ہے۔ برطانیہ سے اپنی دوستی سے قطع نظر قدرتی بات ہے کہ دنیا کی واحد سپر طاقت متعدد غیر معمولی دوطرفہ تعلقات قائم کرے گی، مثلاً چین اور جاپان کے ساتھ (جن کا امریکہ سب سے زیادہ مقروض ہے)، سعودی عرب (تیل) اور میکسیکو (امریکی تارکین کا سب سے بڑا واحد ذریعہ ہونے کی بنا پر) امریکہ کے لئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ہیلری کلنٹن نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے اپنے پہلے غیر ملکی دورے میں روایتی طور پر یورپ جانے کے بجائے ایشیا کا رخ کیا تو یہ محض اتفاق نہیں تھا۔ اس حقیقت نے برطانوی شناخت کے اس بحران کو شدید تر کردیا جسے ٹونی بلیئر نے ایک مرتبہ برطانوی عملداری کے بعد کی بیماری اور بیسویں صدی میں عالمی طاقت کی حیثیت سے اس کے زوال کا نتیجہ قرار دیا تھا۔ انھوں نے امریکہ کے ساتھ برطانیہ کے تعلقات کو اس ضمن میں ترقی کی سمت میں بڑھتا ہوا قدم سمجھا تھا اور ان کا خیال تھا کہ برطانیہ امریکہ کے ساتھ اپنے اقتصادی تعلقات کو اپنی معیشت مضبوط بنانے اور عالمی سطح کے مالیاتی مرکز کے طور پر لندن کی حیثیت برقرار رکھنے کے لئے استعمال کرسکے گا اور عالمی سطح پر امریکہ کا شریک کار بن کر برطانیہ اپنی استطاعت اور حیثیت سے بڑھ کر کارکردگی دکھا سکے گا۔ کوسوو کی جنگ کے پورے عرصے اور پھر نائن الیون کی کارروائیوں کے دوران ٹونی بلیئر کی حکمت عملی کامیاب ہوتی محسوس ہوئی۔ لیکن عراق میں جارج ڈبلیو بش کے ساتھ ان کا اتحاد الٹا گلے پڑ گیا اور جب برطانوی باشندوں نے تعلقات میں عدم مساوات کی یہ کیفیت دیکھی کہ ٹونی بلیئر جارج بش کے پالتو کتے کا کردار ادا کررہے ہیں تو اہل برطانیہ کا سارا جوش وخروش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ ان کو مایوسی اور ناکامی کے اس عالم میں مزید مایوسی سے دوچار ہونا پڑا۔ ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۵ء میں دس ملکی یورپی یونین کی تشکیل کے بعد انہیں برطانوی تاریخ میں تارکین وطن کی شدید ترین لہر نے حواس باختہ کردیا جب چھ لاکھ سے زائد اور زیادہ تر مشرقی یورپی تارکین وطن کا ریلا ملک میں داخل ہوا۔ ۷/ جولائی ۲۰۰۵ء میں مقامی انتہا پسندوں کی جانب سے لندن ٹرانسپورٹ سسٹم پر ہونے والے حملوں نے یہ پریشان کن پیغام دیا کہ دہشت گردی برطانوی سرزمین پر بھی پروان چڑھ رہی ہے۔ برطانیہ پہلے ہی اقتصادی مسائل میں بری طرح گھرا ہوا تھا اور رہی سہی کسر اب اقتصادی بحران پوری کررہا ہے۔

اس دھڑکے نے کہ دنیا کی سب سے بڑی معیشت کے ساتھ تعلقات میں کسی دن دراڑ پڑسکتی ہے، ان کے خوف وہراس میں مزید اضافہ کردیا ہے۔ بارک اوباما کی تقریب حلف برداری سے پہلے بعض تبصرہ نگاروں نے بارک اوباما کی کتاب ''دی ڈریمز فرام مائی فادر'' میں اس انکشاف پر تشویش اور پریشانی محسوس کی ہے کہ ان کے دادا کو کینیا میں برطانوی نوآبادیاتی فوجیوں نے زدوکوب کیا تھا۔ وہ اس الجھن میں مبتلا ہیں کہ آیا اتنے برس بیتنے کے بعد برطانیہ کے ساتھ صدر بارک اوباما کا رویہ تلخی اور ناگواری پر تو مبنی نہیں ہوگا؟ گورڈن براؤن نے مایوسی کی اس فضا کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے اور پورا یقین دلایا ہے کہ لندن اور واشنگٹن کے تعلقات ہمیشہ کی طرح مضبوط ہیں۔ حال ہی میں ایک بیان میں انھوں نے کہا: ''ہمارے خصوصی تعلقات اس قدر مضبوط ہوں گے کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں کرسکے گی''۔ اب وہ مالی استحکام کی بحالی، عالمی اقتصادیات کے فروغ اور کسی قدر طمطراق سے ایک ایسی طاقتور جوڑی تیار کرنے کے لئے امریکی امداد وتعاون کی آس لگائے ہوئے ہیں جو دنیا کو اس کے تمام مصائب وآلام سے نجات دلا دے گی۔ گورڈن براؤن نے کہا: ''دنیا کو اتنے زیادہ چیلنجوں کا پہلے کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا جن سے باہم مل کر کام کرنے والی صرف دو قومیں نمٹ سکتی ہیں''۔ ہوسکتا ہے کہ ایسا ہی ہو، لیکن برطانیہ کی آخری ضرورت یہی ہے کہ خصوصی تعلقات کے بارے میں اور زیادہ اور بہت کھل کر بات کی جائے۔ جب ٹونی بلیئر نے ''برطانوی عملداری کے بعد کی بیماری'' کی بات کی تھی تو انھوں نے برطانیہ کے لئے اپنے مستقبل کے بارے میں اتنا ہی پراعتماد ہونے کی ضرورت محسوس کی تھی جتنا اعتماد برطانیہ کو کبھی اپنے ماضی پر ہوا کرتا تھا۔ اور کیوں نہیں، ہر چند کہ ان دنوں دونوں ہی ملک نڈھال ہیں لیکن لندن کا قدیم شہر وال اسٹریٹ کا ہم پلہ ہے۔ انگلینڈ کی عظیم درسگاہیں (یونیورسٹیاں) آج بھی دنیا کی بہترین درسگاہوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ویسٹ منسٹر کا محل آج بھی ''ام البرلیمان'' کی حیثیت رکھتا ہے۔ تارکین وطن نے برطانوی زندگی کے تمام گوشوں کو روشن اور فعال بنا دیا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اعتماد کی قلت ہو۔ گورڈن براؤن کو اس حقیقت کا احساس دو سال پہلے اس وقت ہوجانا چاہئے تھا جب انھوں نے ''برطانویت'' کی مہم شروع کی تھی جو کہ اب خوابیدگی سے دوچار ہے۔ امریکہ آگے نکل چکا ہے۔ بارک اوباما نے اپنے افتتاحی خطاب میں کہا تھا: ''سب جان لیں کہ امریکہ ہر اس قوم اور ہر اس فرد کا دوست ہے جو امن اور وقار کے مستقبل کا جویا ہے''۔ برطانیہ کے بارے میں ان کا واحد حوالہ جارج واشنگٹن کے ہاتھوں برطانوی افواج کی شکست سے تعلق رکھتا ہے۔ برطانیہ کو بھی آگے بڑھنا چاہئے۔ ●●

غزہ میں اسرائیلی جرم پر خاموشی کیوں؟

حافظ محمد ادریس

غزہ میں اسرائیل نے جس درندگی کا مظاہرہ کیا ہے، وہ تاریخ کے صفحات پر رقم ہوگیا ہے دوسری جانب کمال جرأت واستقامت کے ساتھ اہل غزہ نے ظالمانہ صیہونی حملوں کے سامنے سینہ سپر ہوکر اپنے ایمان کی روشنی سے اسلاف کی یادیں تازہ کردی ہیں۔ اسرائیل کو سارے اسلحے اور اندھی قوت کے باوجود آخر کار ذلت ورسوائی کے ساتھ واپس جانا پڑا۔ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ اسرائیل نے فاسفورس بم اور دیگر مہلک کیمیکلز پوری ڈھٹائی اور بے شرمی سے استعمال کئے ہیں۔ ان کے تباہ کن اثرات اب تک سامنے آرہے ہیں۔ اسرائیلی حکمراں اور جرنیل ایسے بدترین جنگی جرائم کے مرتکب ہوئے ہیں، جن پر ان کے خلاف عالمی عدالت میں کیس چلانے کے لئے بہت لوازمہ اور کافی ثبوت موجود ہیں لیکن یہ صیہونی ریاست عالمی دہشت گرد امریکہ کی منظور نظر ہے۔ نیوکون بش ہو یا افریقی النسل اوباما سبھی اسرائیل کے محتاج اور اس کی حفاظت کا حلف اٹھائے ہوئے ہیں۔

اسرائیل کی ننگی جارحیت اور ڈھٹائی اور امریکہ کی مجرمانہ سرپرستی کے باوجود یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ عالمی رائے عامہ صیہونی بھیڑوں کو پہچان چکی ہے اور دنیا کا ہر باضمیر انسان ان سے نفرت کا اظہار کررہا ہے۔ احساس ذمہ داری سمجھنے والے ابنائے آدمی جہاں کہیں بھی ہیں، وہ محض نفرت کے اظہار سے آگے بڑھ کر اس کے ازالے کے لئے تگ ودو بھی کررہے ہیں۔ مظلوم کی حمایت میں اٹھنے والی یہ صدائیں پوری دنیا پر چھائے ہوئے اندھیرے کے دبیز پردوں میں سے روشنی کی چھوٹی چھوٹی کرنوں کی صورت میں نمودار ہوتی نظر آرہی ہیں۔ ظلم بھری اس دنیا میں یہ صورتحال حوصلہ افزا اور خوش آئند ہے۔ ہمیں ایک خط یوکے کے شہر راچڈیل سے منتخب ہونے والے لبرل ڈیموکریٹک پارٹی کے ممبر پارلیمنٹ مسٹر پال روون (Paul Rowen) کی طرف سے موصول ہوا ہے۔ ہم آج اس پر اپنے قارئین سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

موصوف پچھلے انتخابات میں لیبر اور کنزرویٹو دونوں بڑی پارٹیوں کے امیدواروں کو شکست دے کر دارالعوام میں پہنچے ہیں۔ اپنے خط میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ غزہ میں جنگ کے شعلے بجھ چکے ہیں مگر اب تک یہ سرزمین سلگ رہی ہے۔ غزہ کے مظلوم شہری بنیادی ضروریات سے محروم ہیں۔ ان کی بحالی اور تعمیر نو کے لئے تگ ودو کرنا، فنڈ جمع کرنا، ان تک عملاً امداد پہنچانا اور ان کے کیس کو ہر پلیٹ فارم پر نمایاں کرنا دنیا کے ہر باضمیر شہری کا انسانی فرض ہے۔ موصوف نے بی بی سی سے رابطہ قائم کیا کہ وہ اہل غزہ کی مالی امداد کے لئے اپنے کمرشل پروگرام میں ایک اپیل نشر کریں۔ بی بی سی نے ان کی اس درخواست کو مسترد کردیا حالانکہ وہ اس کی ادائیگی کرنے کو بھی تیار تھے مسٹر پال نے اس ادارے کی تنگ نظر پر بھی عملی اقدام کا فیصلہ کیا ہے۔ بی بی سی خود کو غیر جانبدار باور کرانا چاہتا ہے۔ عالمی سطح پر اس کا کافی نام اور بھرم بھی ہے مگر مسٹر پال کے بقول اس نشریاتی ادارے نے یہ اپیل نشر کرنے سے انکار کرکے انتہائی تنگ دلی اور جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ مسٹر پال نے بی بی سی کے ڈائریکٹر جنرل کو ایک خط لکھا ہے جس میں بی بی سی کے اس اقدام کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ اپنے خط میں وہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ دوسرے نشریاتی اداروں نے یہ اپیل نشر کرنے میں رضامندی ظاہر کی ہے جو خوش آئند ہے۔ انہوں نے اپنے دیگر ساتھی ارکان پارلیمان کے ساتھ مل کر بی بی سی کے اس رویے پر دارالعوام میں ایک قرارداد مذمت بھی بھجوادی ہے۔ جس میں درخواست کی ہے کہ وہ اسرائیلی ظالموں کے خلاف قتل عام کے کیس درج کریں۔ اس درخواست پر ان کے ایک دوسرے ہم جماعت ایم پی جان ہیمنگ (John Hemming) نے بھی دستخط کئے ہیں۔

یورپی کونسل کے ایک اجلاس میں مسٹر پال نے یورپ بھر کے نمائندوں کو اس جانب متوجہ کیا کہ اسرائیل کے مظالم تمام حدیں پھلانگ گئے ہیں۔ عالمی عدالت میں اس کے جنگی جرائم کے خلاف آواز اٹھانی چاہئے مگر مسٹر پال کو اس پر افسوس ہوا کہ جتنا بڑا جرم ہوا ہے اتنا بڑا ردعمل لوگوں کی طرف سے سامنے نہیں آیا۔ مسٹر پال نے برطانیہ کے وزیر خارجہ ڈیوڈ ملی بینڈ کو اسی موضوع پر خط لکھا ہے اور انٹرنیشنل کریمنل کورٹ کے صدر فلپ کرچ (Phillip Kirsch) سے بھی بات چیت کی ہے۔ یہ تمام ادارے محض نمائشی ہیں۔ ان سے کسی مظلوم کی دادرسی کی امید ہمیشہ سراب ہی ثابت ہوتی ہے مگر اس کے باوجود تمام حجت کے لئے ان کو متوجہ کرتے رہنا اچھا کام ہے۔ ہم مسٹر پال کے عزم وہمت کی داد دیتے اور امت مسلمہ کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مسٹر پال کہتے ہیں کہ اگر دوہرے معیار ختم کردیئے جائیں تو دنیا میں مظلوم سکھ کا سانس لے سکیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسرائیل کے حامی یہ دلیل دیتے ہیں کہ اسرائیل نے تو عالمی عدالت انصاف کے مسودے پر دستخط ہی نہیں کئے اس لئے اس کے خلاف کیس کیسے درج ہوسکتا ہے؟ اس سے قبل ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی ملک نے اس مسودے پر دستخط نہیں کئے تھے مگر بڑی طاقتوں نے چاہا تو وہاں ظلم کا ارتکاب کرنے والے مجرموں کو مقامی عدالتوں کے ذریعے سزا دلوادی گئی۔ اس کی ایک واضح مثال چلی کے صدر آگسٹو پنوشے کی ہے۔ اس کے خلاف اپنے ہی لوگوں کے قتل عام کا مقدمہ بنا اور یو این او کے ذریعے سے بڑی طاقتوں نے اسے مقامی عدالتوں سے سزا دلوائی تھی۔

مسٹر پال قابل ستائش ہیں کہ انہوں نے فلسطینی مظلومین کے حق میں نہ صرف آواز بلند کی بلکہ ان کی خاطر ہر سطح پر جدوجہد بھی کررہے ہیں۔ ہم مسٹر پال کو خط لکھ کر ان کا شکریہ ادا کررہے ہیں اور راچڈیل اور برطانیہ میں اپنے دوستوں سے اپیل کررہے ہیں کہ وہ ایسے بہادر، انصاف پسند اور انسانیت دوست عوامی نمائندے کی قدر افزائی کے لئے ہر ممکن قدم اٹھائیں جو دوست مسٹر پال روون سے رابطہ قائم کرنا چاہیں وہ ان کے ای میل پر رابطہ کرسکتے ہیں۔ ان کا ای میل ہے paul@paulrown.co.uk جب کہ ان کی ویب سائٹ www.paulrowen.co.uk ہے۔ ●●

قرآن پاک کی دلچسپ معلومات

عبدالوہاب قاسمی جگتیال، کریم نگر

منزل من اللہ صحائف وکتب میں جو مقبولیت ومحبوبیت قرآن کو حاصل ہے، وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں۔ سب سے زیادہ چھپنے اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن ہے۔ کوئی کتاب چاہے وہ کتنی دلچسپ ہو، چندبار پڑھنے کے بعد دل اُکتا جاتا ہے، لیکن قرآن پاک ایسی کتاب ہے جس کے پڑھنے سے نہ دل اُکتاتا ہے اور نہ سیراب ہوتا ہے۔ ہر عمر کے لوگ بہ سہولت قرآن کو یاد کرلیتے ہیں، یہ شرف ومجد کسی دوسری آسمانی ومذہبی کتاب کو حاصل نہیں۔ چندسال کے بچے سے لے کر عمر رسیدہ بوڑھے تک قرآن کو بآسانی یاد کرلیتے ہیں۔ اس کی حلاوت وچاشنی کو قرآن کا ہر قاری محسوس کرتا ہے۔ اپنے اور غیر سب قرآن کے سحر میں کھوجاتے ہیں۔ خدا کا منکر خدا کا باغی عربی سے ناآشنا بھی قرآن سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ ہر زمانے کے علماء ومفسرین نے قرآن کی خدمت کو اپنے لئے نجات اخروی وسعادت دارین کا بہترین ذریعہ سمجھا ہے۔ اور جتنی تفاسیر وتراجم قرآن پاک کی منظر عام پر آچکی ہیں اور نئے نئے تقاضوں ونئی نئی تحقیقات وانکشافات قرآنی آیات کے ذریعہ علماء تفاسیر پیش کررہے ہیں اس کا عشر عشیر بھی دیگر مذاہب کے علماء اپنے دھارمک گرنتھوں کے بارے میں پیش کرنے سے قاصر وعاجز ہیں۔ یہاں تک کہ علماء اسلام نے قرآن پاک کے حروف کی تعداد، رکوع، سورۃ آیات وکلمات کی تعداد مکی ومدنی سورتوں کے نام رات ودن میں نازل ہونے والی حالت سفر وحالت حضر میں نازل ہونے والی سورتوں تک کی نشاندہی کی ہے۔ جائے نزول کی تحقیق آیات کی شان نزول واسباب نزول، منازل کی تعداد اور ثلث وربع نصف کی تحقیق کہ کونسے حروف پر قرآن پاس کے جز پارہ کا ثلث وربع ونصف ہوتا ہے۔ اور نازل ہونے والی آخری آیات وسورتوں کے نام منیٰ، عرفات، وسفر معراج میں نازل ہونے والی آیات وسورت کا نام ایک ایک آیت سے سیکڑوں مسائل کا استنباط واستخراج، مکی ومدنی سورتیں پہچاننے کی علامت وہ کارنامے ہیں جو علماء اسلام نے حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیے ہیں۔ جس سے اسلام اور قرآن کا معجزہ ہونا واضح ہوتا ہے۔

علماء تفسیر نے مکی ومدنی سورتوں کی بعض ایسی خصوصیات وعلامات تحقیق وجستجو کے بعد لکھی ہیں جن سے پہلی نظر میں معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی ان میں بعض علامات ونشانیاں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) ہر وہ سورت جس میں لفظ کَلاَّ (ہرگز نہیں) آیا ہے وہ مکی ہے اور یہ لفظ پندرہ سورتوں میں ۳۳ بار آیا ہے (۲) ہر وہ سورت جس میں کوئی سجدہ کی آیت ہو مکی ہے۔ (ابوحنیفہ کا یہ مسلک ہے) (۳) ہر وہ سورت (سورۃ بقرہ کے علاوہ) جس میں حضرت آدم وابلیس کا واقعہ مذکور ہے وہ مکی ہے۔ (۴) ہر وہ سورت جس میں جہاد اور اس کے احکام مذکورہ ہیں مدنی ہے (۵) ہر وہ آیت جس میں منافقوں کا ذکر آیا ہے مدنی ہے: خصوصیات اکثری وعموی ہیں کبھی اس کے خلاف بھی ہوجاتا ہے۔ (۱) مکی سورتوں میں عموماً یاایھا الناس کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔ (۲) اور مدنی سورتوں میں یاایھا الذین اٰمنوا سے خطاب کیا ہے۔ (۳) مکی سورتیں اور آیتیں عموماً چھوٹی اور مدنی آیات وسورتیں مطول ومفصل ہیں (۴) مکی سورتیں زیادہ تر توحید، رسالت، آخرت کے اثبات، حشر ونشر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر وتسلی، گزشتہ امتوں کے سبق آموز واقعات وحالات پر مشتمل ہیں۔ ان میں احکام وقوانین کم بیان ہوئے ہیں اس کے برعکس مدنی سورتوں میں خاندانی، تمدنی قوانین اور جہاد وقتال کے احکام، حدود وفرائض بیان کئے گئے ہیں (۵) مکی سورتوں میں زیادہ تر مقابلہ کفار بت پرستوں سے رہا ہے۔ جب کہ مدنی سورتوں میں اہل کتاب اور منافقین سے رہا ہے۔ (۶) مکی سورتوں کا اسلوب بیان زیادہ پر شکوہ ہے۔ منکرین توحید ورسالت کو زبردست تحدی وچیلنج ہے۔ اہل عرب بغیر نقاط وحرکات کے پڑھنے کے عادی تھے۔ قرآن پر بھی نقاط وحرکات ابتداء میں رائج نہیں تھے اور اہل عرب اس طرز کے اتنے عادی ومشاق تھے کہ ان کو قرآن پڑھنے میں اعراب وحرکات اور نقاط کے بغیر بھی کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اسلام جب سرزمین عرب سے نکل کر عجم ودور دراز ملکوں وعلاقوں میں پہنچا تو اس طرح کے رسم الخط والے قرن کو پڑھنے میں سخت دشواریاں پیش آنے لگیں اس وقت نقطوں وحرکات کی سخت ضرورت محسوس ہوتی۔ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں کہ نقطے وحرکات لگانے والے ابتداً کون ہیں۔ بعض لوگوں نے نقطوں کا موجد ابوالاسود دوئیلی کو قرار دیا ہے۔ اور بعض لوگوں کے قول کے مطابق حضرت علیؓ کے حکم سے اور آپ کی ہدایت ورہنمائی میں ابوالاسود دوئیلی نے یہ کام انجام دیا اور بعض لوگوں کے مطابق حضرت زیاد بن سفیان گورنر کوفہ نے ابوالاسود سے یہ کام کرایا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ کارنامہ حجاج بن یوسف نے حضرت حسن بصری یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے کرایا۔ نقطوں کی طرح حرکات (زبر، زیر، پیش) کے متعلق بھی اسی طرح کی روایات مشہور ہیں۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف نے حضرت حسن بصری یحییٰ بن یعمر، نصر بن عاصم جیسے اکابر سے فرمائش کی کہ بیک وقت قرآن پر نقطے وحرکات لگائیں۔ اس موقع پر حرکات کے اظہار کے لئے نقطوں کے بجائے زبر، زیر، پیش کی موجودہ صورتیں مقرر کیں۔ کیونکہ اس سے پہلے حرکات کی موجودہ شکل نہیں تھی، بلکہ زبر کی شناخت کیلئے حرف کے اوپر ایک نقطہ اور زیر کی شناخت کے لئے حرف کے نیچے ایک نقطہ اور پیش کی شناخت کے لئے حرف کے سامنے ایک نقطہ اور دو زبر کی پہچان کے لئے حرف کے اوپر دو نقطے اور دو زیر کی پہچان کے لئے حرف کے نیچے دو نقطے اور دو پیش کے لئے حرف کے سامنے دو نقطے۔ اس کے بعد خلیل بن احمد نے ہمزہ اور تشدید کی موجودہ علامتیں وضع کیں۔ قرآن پاک تیس پاروں میں پہلے نہیں تھا پاروں کی تیس حصوں میں تقسیم معنی کے اعتبار سے نہیں بلکہ بچوں کو پڑھانے کے لئے آسانی کے خیال سے تیس مساوی حصوں میں کی گئی۔ چنانچہ بعض اوقات بالکل ادھوری بات پر پارہ ختم ہوجاتا ہے تیس پاروں کی تقسیم کے متعلق بعض لوگوں کی رائے ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جب اپنے دور خلافت میں موجودہ شکل میں نقل کرایا تو اسی وقت اس کے نسخے تیس پاروں میں تلاوت کی سہولت کے لئے نقل کراکر عالم اسلام میں بھجوادیے۔ مکی سورتوں کی تعداد چھیاسی ہے باقی سورتیں مدنی ہیں۔ قرآن پاک کے حروف کی تعداد بقول حضرت مجاہد، تین لاکھ اکیس ہزار ایکسو اسی، فضل بن عطاء فرماتے ہیں کہ قرآن کے حروف کی تعداد تین لاکھ تیئس ہزار پندرہ ہیں۔ حجاج بن یوسف نے اپنے زمانے میں قاریوں حفاظ اور کاتبوں کو جمع کرکے دریافت کیا کہ قرآن کے حروف کی تعداد شمار کرکے بتائیں۔ چنانچہ تمام قرا، حفاظ، کاتبوں نے بڑی عرق ریزی جدوجہد اور کوششوں کے بعد بالاتفاق حروف کی تعداد تین لاکھ چالیس ہزار سات سو چالیس بتائی۔ پھر حجاج نے انہی قراء، حفاظ اور کاتبوں سے کہا کہ حروف کے اعتبار سے آدھا قرآن شریف کہاں ہوتا ہے حساب کرکے بتائیں۔ چنانچہ ان قراء، حفاظ کاتبوں نے حساب کرکے بتایا۔ حروف کے اعتبار سے سورۃ کہف میں وَلْيَتَلَطَّفْ کی ف پر آدھا قرآن ہوتا ہے۔ اور سورۃ توبہ کی سو آیتوں پر قرآن پاک کا پہلا تہائی حصہ حروف کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ دوسرا تہائی سورۃ الشعراء کی سو آیت کے سرے پر یا ایکسو ایک آیت کے سرے پر ہوتا ہے۔ ابومحمد سلام حمانی کہتے ہیں کہ ہم نے چار ماہ کی متواتر محنت وجانفشانی کے بعد یہ سب باتیں معلوم کرکے حجاج ابن یوسف کو بتائیں۔ سورۃ انعام، سورۃ مریم، سورۃ منافقون، سورۃ آل عمران، سورۃ مرسلات، سورۃ معوذتین، سورۃ مائدہ کی آیت وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ بقول ترمذی وحاکم رات کو ہی نازل ہوئی ہیں۔ اور وَعَلَی الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ، سورۃ حج کی ابتدائی آیات اور سورۃ احزاب کی آیت یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ بھی رات کو نازل ہوئی ہیں۔ آغاز سورۃ فتح بھی رات کو نازل ہوئی ہے۔ قرآن پاک میں ان انبیاء ورسل کے نام مذکور ہیں۔ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت لوطؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت ذوالکفلؑ، حضرت یونسؑ، حضرت یسعؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن پاک کی آیات باختلاف روایات بعض نے ۶،۰۰۰، بعض نے ۶،۲۱۴، بعض نے ۶،۲۱۹، بعض نے ۶،۲۲۵، بعض نے ۶،۲۲۶، بعض نے ۶،۶۱۶، بعض نے ۶،۲۰۴۔ کلمات کی تعداد ۷۷،۴۳۹ بیان کی ہیں۔ قرآن پاک میں بالاتفاق حرف ایک صحابی رسولؐ حضرت زید بن حارثہ کا نام صراحت سے آیا ہے۔ پورے قرآن پاک میں صرف ایک عورت کا نام صراحت سے آیا ہے وہ حضرت مریمؑ ہیں۔

●●

دینی مدارس میں غیر مسلم طلبہ اور مخلوط تعلیم

شکیل احمد سلفی، ایڈیٹر ”الہدیٰ“ دربھنگہ

◎

دینی مدارس کی ابتداء مسجد نبوی سے ہوئی تھی جس کا تسلسل آج تک برقرار ہے۔ مسلمان عملی طور پر دین سے کتنے ہی بیگانہ کیوں نہ رہے ہوں لیکن ہر زمانے میں انھوں نے ان مدارس کی ضرورت واہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے مدارس قائم کئے اور ان کی سرپرستی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی مسلمانوں کا جو کچھ رشتہ دین سے برقرار ہے وہ ان مدارس کی ہی دین ہے ورنہ تہذیب حاضر کی فکری وثقافتی یلغار نے جس طرح اپنا تسلط جمایا ہے اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو ان کا مقابلہ کرنا ناممکن ہوتا۔ دینی مدارس کے قیام کا مقصد ایسے افراد تیار کرنا ہے جو مسلمانوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام بلا تفریق اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں تک پہنچا دیں۔ مدارس کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے سرکاری سرپرستی کے بغیر بھی علم کے چراغ کو روشن رکھا ہے اور اپنے مقصد قیام کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دینی مدارس اور عصری تعلیم گاہوں کا مقصد جداگانہ ہے اور دونوں ہی اپنی اپنی جگہ اہم ہیں۔ عصری تقاضوں سے ہم آہنگی کے عنوان سے مدارس میں علوم جدید کی گھس پیٹھ اس لئے نامناسب ہے کہ اس سے مدارس کی مقصدیت متاثر ہوتی ہے۔ جو لوگ دینی مدارس میں عصری مضامین کی شمولیت کے حامی ہیں ان کے جذبے کے خلوص پر شک کی گنجائش نہیں ہے لیکن انجام کے اعتبار سے یہ چیز سودمند نہیں ہوسکتی۔

مدارس کی بھلائی اسی نصاب ونام سے چمٹے رہنے میں ہے جو ان کے مقاصد کی تکمیل کرسکے۔ البتہ اس پر غور وفکر اور نظر ثانی کی ضرورت ہمیشہ باقی رہے گی تاکہ اسے مقصد کی تکمیل کے لئے ثمرآور اور نتیجہ خیز بنایا جاسکے۔ لیکن یہ امر بھی ہمیشہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ اس سے بنیادی ڈھانچہ متاثر نہ ہو۔ دراصل عصری تقاضوں سے ہم آہنگی کا عنوان پرکشش تو ہے لیکن اپنے جلو میں ہزاروں خرابیاں اور نت نئے فتنے چھپائے ہوئے ہے۔ سو جہاں جہاں اس کا تجربہ کیا گیا سوائے نقصان کے کچھ ہاتھ نہیں لگا اور نقصان بھی ایسا جس کی تلافی ممکن نہیں۔ چنانچہ جہاں بھی آزاد مدارس نے سرکاری بورڈ سے اپنا الحاق کیا ان کی روح نکل گئی۔ دھیرے دھیرے نصاب کو ایسی صورت دی گئی جو اسے عصری تقاضوں سے تو مکمل طور پر ہم آہنگ نہ کرسکی البتہ دینی تقاضوں سے بھی اس کی ہم آہنگی ختم ہوگئی۔ جہاں بھی سرکاری بورڈوں سے ملحق مدارس ہیں ان کا کم وبیش یہی حال ہے۔

گزشتہ دنوں اخبارات میں یہ خبر آئی کہ مغربی بنگال میں کولکاتا کے قریب دو مدرسے ایسے ہیں جہاں غیر مسلم طلبہ وطالبات کی تعداد مسلم طلبہ وطالبات سے زیادہ یعنی تقریباً ساٹھ فیصد ہے۔ ان میں سے ایک مدرسہ تو ایسا ہے جہاں بیشتر اساتذہ بھی ہندو ہیں۔ اس خبر پر بعض اردو اخبارات اور مسلم سیاستدانوں نے تبصرہ کرتے ہوئے اسے سیکولرزم اور قومی یکجہتی کی علامت قرار دیا اور مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دینے والوں کو باور کرانے کی کوشش کی کہ اگر مدارس میں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی تو ان میں غیر مسلم طلبہ کیوں داخلہ لے لیتے؟ اب اسی طرح کی ایک اور خبر یوپی سے آئی ہے جسے معاصر انگریزی روزنامہ ہندوستان ٹائمز نے اپنی ۱۰ / فروری کی اشاعت میں تصویر کے ساتھ نمایاں طور پر شائع کیا ہے۔ خبر کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے: ”بارہ سالہ ونیت کمار ایک سچا ہندو ہے جو منگل کے دن ہنومان مندر جانا کبھی نہیں بھولتا لیکن ہفتہ کے بقیہ ایام ایک مدرسے میں اردو پڑھنے میں گزارتا ہے“۔ اس مدرسے کا نام جامعہ حمیدیہ وحیدیہ ہے جو الہ آباد کے لیڈر روڈ پر واقع ہے۔ مدرسے کے منیجر شمیم ہاشمی کے مطابق یہاں کے طلبہ وطالبات تیس فیصد غیر مسلم ہیں۔ یہاں اترپردیش عربی وفارسی بورڈ کا نصاب رائج ہے اور اخبار کے مطابق غیر معمولی بات یہ ہے کہ بارہویں تک کے اس مدرسے میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے۔ مدرسہ کے پرنسپل مولانا شمس الزماں قادری کا کہنا ہے: ”ہم اپنے طلبہ، اساتذہ اور عملے کے درمیان مذہب کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں کرتے“۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں: ”مختلف تعلیمی بورڈ سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے نصاب میں ترمیم کی گئی ہے“۔

مذکورہ بالا خبران لوگوں کے لئے بڑی خوش کن اور راحت رساں ہے جو فرقہ پرستوں اور اسلام دشمنوں کے ذریعے مدارس کو عدم رواداری اور تشدد کی تعلیم دینے والے ادارے اور دہشت گردی کے اڈے قرار دیے جانے سے پریشان اور فکرمند ہیں اور جو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مدارس پر لگائے گئے الزامات سراسر غلط اور بے بنیاد ہیں۔ لیکن دوسری جانب ان لوگوں کے لئے جو مدارس کے مقصد قیام کو سمجھتے ہیں اور دینی تعلیم کے حصول کے مقصد سے واقف ہیں یہ خبر اتنی ہی مایوس کن اور اذیت رساں ہے۔ اگر قومی یکجہتی کے اظہار کے لئے اور تشدد وعدم رواداری کے طعنوں سے بچنے کے لئے مدارس کے نصاب میں ترمیم اور مخلوط تعلیم کا انتظام کرنا پڑے تو مسلم امت اتنی بڑی قیمت چکانے کی متحمل نہیں ہوسکتی اور اس سے ہزار گنا بہتر ہے کہ ہر طرح کے طعنے برداشت کرلئے جائیں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ حکومت مدارس کی سرپرستی یا امداد اس لئے نہیں کرتی کہ دینی تعلیم کو فروغ حاصل ہو۔ ہندوستان کا آئین بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس سرپرستی وامداد کا مقصد دین کی روح اس طرح نکالنا ہے کہ محسوس بھی نہ ہو۔ یہ زہر دھیرے دھیرے اپنا اثر دکھاتا ہے اور جب روح ہی نکل گئی تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اس کا نام مدرسہ ہے یا اسکول۔ ہم چند ٹکوں کی خاطر حکومت کی سرپرستی اور حکومت کی امداد قبول کرلیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس کا انجام کیا ہوگا بلکہ اسے اپنا کارنامہ اور اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ یہ فکر ونظر کی محرومی نہیں تو اور کیا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ مدارس کا مقصد محض تعلیم دینا نہیں بلکہ دین کی تعلیم دینا ہے اور بلاشبہ اس تعلیم کے دروازے سب کے لئے کھلے رہنے چاہئیں اور اگر غیر مسلم طلبہ دین سیکھنا چاہیں تو ان کا استقبال کیا جانا چاہئے۔ لیکن اگر دین ہی نہیں بچا تو سیکولر تعلیمی اداروں اور مدرسوں میں کیا فرق رہ جائے گا۔ مدارس کے نصاب ونظام تعلیم سے اگر سمجھوتہ کرلیا جائے تو سو فیصد غیر مسلم طلبہ وطالبات بھی مدارس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ حکومت کی امداد مدارس کو اپنے مقاصد سے بے گانہ کرتی اور ان میں حکومت کی مداخلت کی راہ ہموار کرتی ہے یہ تو ”ایک سازش ہے فقط دین ومروت کے خلاف“۔

یہ کوئی اچھی مثال نہیں ہے جس پر ناز کیا جائے اور اظہار مسرت کیا جائے۔ یہ بدقسمتی ہے ہم کہ اپنے دینی مدارس کو دینی تعلیم کے گہواروں کے طور پر برقرار نہ رکھ سکے۔ بعض ریاستوں میں سرکاری بورڈوں سے مدارس کے الحاق سے تحریک پاکر ہی اب مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کا اعلان کیا گیا ہے جس نے مسلم پرسنل لا بورڈ اور باشعور طبقہ کو تشویش میں مبتلا کردیا ہے۔ لیکن صورتحال یہ ہے کہ اگر مرکزی بورڈ قائم ہوجاتا ہے تو مدارس کو دنیا طلبی کا ذریعہ بنانے والے ذمہ داران مدارس دیوانہ وار اس کی طرف دوڑ پڑیں گے اور ان کو اس سے روک پانا ممکن نہ ہوگا۔ قومی یکجہتی کے نام پر کل اگر ہم سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ مدارس میں سنسکرت کی تعلیم دی جائے اور ساتھ ہی دیگر مذاہب کی ”اچھی باتیں“ بھی شامل نصاب کی جائیں تو ہمارا کیا جواب ہوگا؟ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کیا مذکورہ مدارس کے ہندو طلبہ وطالبات ان میں دین سیکھنے اور دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل ہوئے ہیں؟ یہ ملک بھر میں پھیلے دیگر آزاد مدارس میں کیوں نہیں جاتے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ مسلم طلبہ وطالبات بھی ان میں دین سیکھنے کے لئے نہیں بلکہ ڈگری کے لئے داخل ہوتے ہیں جو دیگر اداروں کے مقابلے میں سہل الحصول ہوتی ہے۔ اس طرح کی خبروں سے مرعوب ذہنوں کو ہی سکون ملتا ہے۔ درحقیقت سارا معاملہ دنیاوی حرص وطمع کی پیاس بجھانے کا ہے اور یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ غیر مسلم طلبہ یہ پیاس دینی مدارس میں بجھائیں۔

جس طرح ہمیں حب الوطنی کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں اسی طرح اپنے عقائد وایمان اور اصول ونظریات سے سمجھوتہ کرکے قومی یکجہتی کا ثبوت دینے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہم قومی یکجہتی کی فضا برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور ہم نے کبھی ایسا کچھ نہیں کیا ہے جس سے اسے نقصان پہنچے۔ لیکن اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ بقول حفیظ میرٹھی

حفیظ اب قومی یکجہتی یہی ہے
کہ مسجد میں بتوں کے ہوں ٹھکانے
یا
مرے بت خانے میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

تو ہم اس کے لئے تیار نہیں۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم مدارس کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ قوم کی معاشی ترقی اور ملک کی خوشحالی کے لئے کام کرنے کے بہت سے میدان ہیں جن میں اپنے اپنے فکر ونظر کے مطابق کوششیں کی جاسکتی ہیں لیکن ان مدارس کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے نام پر دین سے ان کی ہم آہنگی ختم کرنے کی کوشش نہ کی جائے ورنہ شاید یہ دن بھی دیکھنا پڑے کہ ان اداروں کے ذمہ دار بھی غیر مسلم ہی ہوں۔

●●

قرآن کا مقصد تعلیم اور موجودہ نظام تعلیم

جاوید انور

◎

دنیا میں رائج الوقت نظام تعلیم انسان کو اسفل السافلین کی سطح تک گراچکا ہے اور اس نظام تعلیم نے ہی دنیا کو ہولناک تباہی اور آخری تباہی کے دہانے پر پہنچادیا ہے۔ افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ مسلم دنیا، نام نہاد اسلامی ممالک اور مسلم معاشروں میں بھی وہی نظام تعلیم رائج ہے جو غیر مسلم معاشروں میں رائج ہے۔ مسلم دنیا اور مسلم معاشروں میں یہ بات مستحکم کردی گئی ہے کہ مغربی اور سیکولر نظام تعلیم کا کوئی متبادل نہیں ہے اور یہ بھی کہ مسلم اہل علم ودانش متبادل نظام دینے سے قاصر رہے ہیں۔ مسلم اہل علم ودانش کی موجودہ علمی سطح خواہ کچھ بھی ہو، ہمیں اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ ایک کتاب ”القرآن“ کی موجودگی کے باعث ہمیں تمام دنیا پر پہلے سے ہی علمی برتری حاصل ہے، شرط صرف اس کو پڑھنے، اس پر غور اور عمل کرنے کی ہے۔ مسلمانوں میں سے ایک بڑے گروپ نے قرآن کو طاق نسیاں پر رکھ دیا ہے اور اس کے بارے میں ایک عجیب منطق انہوں نے یہ نکالی ہے کہ یہ صرف علماء خاص کے پڑھنے کی چیز ہے اور عام آدمی اس سے استفادہ نہیں کرسکتا، البتہ صرف ثواب دارین کے لئے بغیر سوچے سمجھے تلاوت کرسکتا ہے۔ حالانکہ اللہ کا اعلان ہے اور وہ انسانوں کو (بذریعہ رسولؐ) پکار پکار کر کہہ رہا ہے ”ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنادیا ہے، پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟“ (القمر ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰) ”ہم نے تمہاری طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جو صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی ہیں اور ان کی پیروی سے صرف وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو فاسق ہیں۔“ (البقرہ ۹۹) ”اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کررہی ہے جو پہلے سے آئی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے تورات اور انجیل نازل کرچکا ہے اور اس نے وہ کسوٹی اتاردی ہے۔ (جو حق وباطل کا فرق دکھانے والی ہے) اب جو لوگ اللہ کے فرامین کو قبول کرنے سے انکار کردیں، ان کو یقیناً سخت سزا ملے گی۔ اللہ بے پناہ طاقت کا مالک ہے اور برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔“ (آل عمران: ۳ تا ۴)

ہمیں اب صرف کرنا یہ ہے کہ اپنا نظام تعلیم قرآن کے احکام اور اس کے تصور تعلیم کے مطابق بنانا ہے، اس طرح دنیا کا سفر ناکامی، تباہی، بربادی اور جہنم کی آگ کے بجائے فلاح ونصرت، ترقی، اور ابدی جنت کی طرف ہوجائے گا اور اس دنیا کے باسی ”سَوَآءَ السَّبِیْلِ“ (توسط اور اعتدال کی شاہراہ) پر واپس آجائیں گے۔ کیونکہ ”حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔“ (فاطر: ۲۸)

قرآن کے مطابق علم کا ماخذ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات ہے ”اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔“ (البقرہ: ۲۹) ”یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے“ (النساء ۳۲) ”اللہ آسمانوں اور زمین کے سب حالات سے باخبر ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔“ (المائدہ ۹۷) ”زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرسکے؟ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے ہوا سے بھی جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے اس سے بھی واقف ہے اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز ان کی گرفت وادراک میں نہیں آسکتی الا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دینا چاہے۔“ (البقرہ: ۲۵۵) ”وہ علیم بھی ہے اور دانا بھی۔“ (النساء ۲۶) ”میرے رب کا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔“ (الانعام ۷۵) ”اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، بحر وبر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے، درخت سے گرنے والا کوئی پتا ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو، زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو، خشک اور تر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔“ (الانعام ۴۴) ”ہم ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب لے آئے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنا پر مفصل بنایا ہے، اور جو ایمان لانے والے کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔“ (الاعراف ۵۲)۔ چنانچہ علم کے سرچشمہ کے مصنف کی کتاب ہی وہ کتاب ہے جو کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ ”یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔“ (البقرہ: ۲) اور یہ کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے والی محفوظ کتاب ہے ”رہا یہ ذکر، تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں“ (الحجر: ۹) چونکہ ہمارے پاس ایک بنیادی کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ محفوظ ترین کتاب ہے تو اس کتاب پر ایمان لانا اور نظام تعلیم میں اس کو اوّلیت کا مقام دینا ہم پر فرض ہے۔ علم کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہوتا اور ایمان علم کے بغیر نامکمل ہے۔ اس لئے قرآن نے علم حقیقی کے اس مآخذ پر ایمان لانے کو ہدایت کے لئے اوّلین شرائط میں شامل کیا ہے۔ ”جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے۔ (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔“ (البقرہ: ۴) ”اور میں نے جو کتاب بھیجی ہے اس پر ایمان لاؤ یہ اس کتاب کی تائید میں ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود تھی۔“ (البقرہ ۴۱) ”جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں (تبصرہ: آج کے زمانے میں مسلمانوں کا بہت بڑا گروہ اور بہت سی جماعتیں اور ان کے اکثر تعلیمی ادارے ایسا ہی کررہے ہیں) درآں حالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی

باقی صفحہ ۸ پر

غزہ کی تعمیر نو کیلئے ساڑھے چار ارب ڈالر کا وعدہ

غزہ میں تین ہفتے جاری رہنے والے اسرائیلی حملے سے ہونے والی تباہی کے بعد تعمیر نو کے لئے مصر میں ہونے والی ایک روزہ عالمی کانفرنس کے بعد کہا گیا ہے کہ عالمی امدادی اداروں نے ساڑھے چار ارب ڈالر کا وعدہ کیا ہے۔ تاہم کانفرنس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ امداد کے ساتھ ساتھ سیاسی پیش رفت بھی ضروری ہے۔

فلسطینیوں کی طرف سے تعمیر نو کے لئے دو اعشاریہ آٹھ ارب ڈالر کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ فلسطینی انتظامیہ کے صدر محمود عباس نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سیاسی حل کے بغیر مالی امداد ناکافی ہوگی۔

حماس نے جس کا غزہ پر کنٹرول ہے علاقے کی تعمیر نو کی کوششوں کا خیر مقدم کیا لیکن ساتھ ہی کہا کہ اسے اس کانفرنس میں نہ بلانا غلط تھا۔ اس نے کہا کہ تمام امداد عالمی تنظیموں کے ذریعے تقسیم ہونی چاہئے نہ کہ فلسطینی انتظامیہ کے صدر محمود عباس کو دے کر اسے ’سیاسی بنادیا جائے‘۔ خلیج کی عرب ریاستوں نے ایک اعشاریہ چھ ارب ڈالر دینے کا وعدہ کیا ہے جو وہ حماس یا محمود عباس کو دیئے بغیر خود تقسیم کریں گی۔ اس ایک روزہ بین الاقوامی کانفرنس میں ستر کے قریب ملکوں کے مندوبین نے شرکت کی۔ امریکہ کی نمائندگی امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے کی۔ امریکی وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ ’فوری کارروائی ضروری ہے، اب الزامات لگانا یا یہ سوچنا کہ ماضی میں کیا غلط فیصلے کئے گئے یا کیا نہیں کرنا چاہئے تھا......ایسی باتوں پر اب ہم وقت ضائع نہیں کرسکتے۔ اب الزامات کا وقت نہیں ہے، اب آگے بڑھنے کا وقت ہے، مثبت کارروائی کا وقت ہے۔ یورپی یونین کے امور خارجہ کے سربراہ ہاویئر سولانا نے کہا کہ اب یہ بھی اہم ہے کہ بین الاقوامی برادری غزہ کے لوگوں کو یہ احساس دلائے کہ وہ ان کی تکالیف سمجھتے ہیں اور ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔

سعودی عرب کے وزیر خارجہ سعود الفیصل نے غزہ کے فنڈ کے لئے ایک ارب ڈالر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ انھوں نے کانفرنس میں کہا کہ اسرائیل کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ عرب امن منصوبے پر بات کرنا ہمیشہ ممکن رہے گا۔ عرب امن منصوبہ کی تجویز ۲۰۰۲ء میں دی گئی تھی لیکن اس پر اسرائیل کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا ہے۔ ’اسرائیل کو اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ یہ تجویز ہمیشہ کے لئے مذاکرات کی میز پر نہیں رہے گی‘۔

لیکن فنڈ میں جتنے بھی اربوں ڈالر جمع کئے جائیں اسرائیل کی طرف سے غزہ کی ناکہ بندی غزہ کی تعمیر نو کے کام کو شروع کرنے میں اب بھی بڑی رکاوٹ ہے۔ اسرائیل انتہائی ضروری امدادی اشیاء کے علاوہ غزہ میں کسی چیز کو جانے کی اجازت نہیں دے رہا۔

اسرائیل کے ترجمان مارک ریگیو نے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسرائیل غزہ کی تعمیر نو کے لئے بین الاقوامی برادری کے ساتھ تعاون کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ حماس اس امداد کو اپنی عسکری کارروائیوں کے لئے استعمال کرپائے۔

کانفرنس میں بھی امداد دینے والے تقریباً تمام ملکوں کی طرف سے کہا گیا ہے کہ غزہ کی تعمیر نو کے لئے فراہم کردہ فنڈ حماس کو نہیں دیئے جائیں گے جس کی غزہ میں منتخب حکومت ہے۔ امریکہ کی طرف سے فراہم کردہ نوے کروڑ ڈالر میں سے ساٹھ کروڑ محمود عباس کی حکومت کو دیئے جائیں گے جبکہ باقی تیس کروڑ غزہ پر خرچ ہوں گے۔

●●

جماعت کا وژن ۲۰۱٦ء کیا ہے

کے اے صدیق حسن، نائب امیر جماعت اسلامی ہند

ذیل میں پروفیسر کے اے صدیق حسن صاحب کا ایک انٹرویو دیا جارہا ہے، جس میں جماعت کے وژن ۲۰۱٦ء کے بعض نکات کی صراحت کی گئی ہے۔ صدیق حسن صاحب جماعت کے نائب امیر اور شعبۂ خدمت خلق کے ذمہ دار ہیں۔ گزشتہ میقات میں آپ مرکز میں سکریٹری تھے۔ اور اس سے پہلے کئی برسوں تک کیرلا کے امیر حلقہ رہے۔

سوال: وژن ۲۰۱٦ء کیا ہے؟

جواب: مستقبل کے مضبوط ہندوستان میں سماج کے کمزور طبقوں بشمول مسلمانوں کی ترقی کا ایک خواب، جسے منصوبہ وژن ۲۰۱٦ء کا نام دیا گیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت تعلیم، معاش، صحت کی ترقی، شہری حقوق کا تحفظ، آسمانی یا ناگہانی آفات وتباہیوں کے موقع پر تعاون وامداد پیش نظر ہے۔ اس منصوبے میں سماج کی ترقی سماج کے تعاون ہی سے کی جاسکے گی۔ یہ ایک پرعزم لیکن قابل عمل منصوبہ ہے۔

سوال: آپ کے منصوبے سے محسوس ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی اپنے نصب العین سے کچھ ہٹ رہی ہے؟

جواب: جماعت اسلامی ہند اور اس سے وابستہ ہر فرد کا نصب العین اور مقصود حیات اقامت دین ہے۔ پچھلی ٦۰ سالہ ہماری یہ جدوجہد اس کی گواہی دیتی ہے۔ جماعت اسلامی سمجھتی ہے کہ فریضہ اقامت دین صرف جماعت اور اس سے وابستہ افراد ہی کی ذمہ داری نہیں، بلکہ یہ ساری ملت کا فریضہ ہے۔ اسی لئے ساری ملت کو اس جدوجہد میں شامل ہونا چاہئے۔ ملت اسلامیہ ہند کی ایمانی، اخلاقی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی صورت حال سارے ملک میں یکساں نہیں ہے۔ بلکہ ان میں بڑا فرق ہے۔ رپورٹ کے مطابق مسلمان پچھلے ٦۰ برسوں سے مسلسل پچھڑ رہے ہیں۔ پسماندگی، ناخواندگی اور بے روزگاری گویا ملت اسلامیہ ہند کے مترادف الفاظ ہوگئے ہیں۔ ممکن ہے انہیں مسلمان بنے رہنے کے لئے شاید موجودہ صورت حال رکاوٹ نہ بنے، لیکن انہیں خیر امت، شہداء علی الناس اور داعی الی اللہ کے منصب پر فائز ہونے اور بنی نوع انسانی کو سب کچھ دینے کی راہ میں مسلمانوں کی یہ پستی بڑی رکاوٹ ہوگی۔ انہیں اپنی منصبی ذمہ داری نبھانے کے لئے اس صورت حال سے نکلنا ہوگا۔ آپ دست نگر بن کر معاون ومددگار کی ذمہ داری ادا نہیں کرسکتے۔ ہماری اس جدوجہد کا مقصد ملت اسلامیہ کو داعی گروہ کی حیثیت سے تیار کرنا ہے۔ وژن ۲۰۱٦ دراصل اسی عظیم ضرورت کو پیش نظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ اس جدوجہد سے مسلمانوں میں تعلیم عام ہوگی۔ روزگار اور معیشت میں بہتری آئے گی۔ بیماریوں سے پاک خاندان وجود میں آئے گا۔ اب ان پر ظلم یا استحصال کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اب آپ ہی بتایئے کیا جماعت اسلامی ہند اپنے نصب العین سے کچھ ہٹ رہی ہے۔

سوال: آپ بطور خاص شمالی ریاستوں میں کام کیوں کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: ہم شمال اور جنوب کی تفریق نہیں کرتے۔ جہاں بھی لوگ پسماندہ ہیں وہ ہماری توجہ کے مستحق ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ملت اسلامیہ ہند کی طرف جماعت اسلامی ہند بھی ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی ہے۔ فلاح وبہبود کے جہاں بھی کامیاب تجربات ہوئے ہیں، دوسرے مقامات پر ان سے فائدہ اٹھانا جماعت اسلامی کی ذمہ داری ہے۔ شمالی ریاستوں میں ملک کی مسلم آبادی کا ۷۰ رفیصد حصہ انتہائی کسمپرسی کی حالت میں رہتا ہے۔ ملک کی ٦۰ سالہ بدترین حکمرانی کا یہاں کا مسلم سماج آئینہ دار ہے۔ یہ ہمارے جسم کا حصہ ہیں۔ اس کو کمزور اور تکلیف میں ہم رہنے نہیں دیں گے۔ یہ ہماری دینی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ ان کو اس صورت حال سے نکال لائیں۔ ہم حکومتوں سے بھی کہتے ہیں کہ ملک کی ترقی یہاں کے کمزور طبقوں بشمول مسلمانوں کی بہتری کے بغیر ممکن نہیں۔

سوال: ہیومن ویلفیئر فاؤنڈیشن کیا ہے؟

جواب: وژن ۲۰۱٦ء کے منصوبوں کو روبہ عمل لانے کے لئے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات وہمدردان ملت کا ایک ٹرسٹ ہے۔ ایک اہم ادارہ ہے جو مختلف میدانوں میں کام کرنے کے لئے این جی اوز قائم کرکے ان کے ذریعہ اپنے کاموں کو انجام دے گا۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ کاموں کی منصوبہ بندی، رہنمائی، نگرانی کرے اور پروجیکٹ کی تکمیل ہونے کے بعد ان کا نظام درست اور بہتر رکھنے کے لئے اپنی ذمہ داری ادا کرتا رہے۔

سوال: کام کی انجام دہی کے لئے ایچ ڈبلیو ایف اب تک کتنے این جی اوز قائم کرچکا ہے۔ مزید اور کتنے چاہئیں؟

جواب: فاؤنڈیشن اب تک شہری حقوق کے تحفظ کے لئے اے پی سی آر نامی این جی او اور ناگہانی آفات سے نمٹنے کے لئے سوسائٹی فار برائٹ فیوچر نامی این جی او قائم کرچکا ہے۔ اسی طرح تعلیم صحت عامہ اور مائیکرو فائننس کے لئے مزید این جی اوز قائم کی جائیں گی، ان شاء اللہ۔

سوال: تعلیمی میدان میں آپ کے پاس کیا پروگرام ہیں؟

جواب: ہمارا تعلیمی پروگرام ہمہ جہتی ہے۔ جیسے پرائمری اسکول کی تعمیر، نوجوانوں کے لئے ریکوگنائزڈ ٹیکنیکل اسکول، اپاہج بچوں کے لئے اسپیشل اسکول، ضرورت مند بچوں کے لئے فری بیگ، یتیم بچوں کی کفالت، دسویں وبارہویں کے طلبہ کے لئے بیسٹ اسٹوڈنٹ ایوارڈ اور کالج ویونیورسٹی کے طلبہ کے لئے اسکالرشپ قابل ذکر ہیں۔ مختلف پروجیکٹس کی نشاندہی کی جائے گی، پروجیکٹس رپورٹیں بنائی جائیں گی۔ اور امراء حلقہ کی سفارش کے بعد ان کا نفاذ ہوگا۔

سوال: اے پی سی آر کا مقصد کیا ہے اور وہ کس طرح کام کرتا ہے؟

جواب: ہمارا ملک ایک جمہوری ملک ہے۔ آئین ہند نے تمام شہریوں کے بنیادی حقوق تسلیم کیے ہیں۔ اور حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ شہریوں کے حقوق کا تحفظ کریں۔ لیکن ملک میں صورت حال مختلف ہے۔ افراد پارٹیاں اور ریاست کمزور لوگوں کے حقوق سلب کرنے میں ایک دوسرے سے مسابقت کررہی ہے۔ ملک میں قانون وتحفظ کی صورت حال مسلسل بگڑ رہی ہے۔ پولیس لوگوں کو گرفتار کرکے جیل بھر رہی ہے۔ اس کے باوجود سماج میں جرائم کم ہونے کا نام نہیں لے رہے ہیں۔ ہر طرح کے جرائم کا بازار گرم ہے۔ حکومت تو کہتی ہے کہ اس کے پاس کوئی فروغ جرائم کی منسٹری نہیں ہے تو پھر جرائم کون کررہا ہے؟ مجرم جیل کے باہر ہیں۔ مجرم باہر ہیں تو پھر جیل میں کون لوگ ہیں۔ اس کا جواب حکومت کو دینا ہوگا۔ اے پی سی آر دراصل شہریوں کے حقوق کو تحفظ دلانے والی این جی او ہے۔ ہم اے پی سی آر کے توسط سے جہاں عوامی بیداری لائیں گے وہیں سماج میں نیم قانونی کارکن بھی تیار کریں گے۔ جو فیلڈ پر ہی شہری حقوق کی خلاف ورزی پر ضروری اور کارگر اقدام کریں گے۔ اے پی سی آر قانون ساز اداروں، پولیس مشینری، منسٹریشن اور دیگر جمہوری اداروں کے لئے محافظ کی حیثیت سے کام کرے گی۔

سوال: روزگار کی فراہمی کے لئے آپ کے پاس کیا پروگرام ہے؟

جواب: ہمارا ٹارگیٹ غریبوں میں غریب تر لوگ ہیں۔ ان کے لئے ہم اپنی مائیکروفائنس اداروں کے ذریعے رکشا، بنڈی، سلائی مشین وغیرہ بلاکسی سود کے فراہم کریں گے۔ اور آسان قسطوں میں رقم کی واپسی ہوگی۔

سوال: آپ کا پروگرام تو بہت حوصلہ افزا ہے۔ لیکن وسائل کی فراہمی کیسے ہوگی؟

جواب: ہم ضرورتمندوں سے تعاون کے نعرے پر عمل کررہے ہیں۔ ہیومن ویلفیئر فاؤنڈیشن کوئی خیراتی ادارہ نہیں ہے جو افراد اور انجمنوں کو رقم تقسیم کرتا پھرے یہ ایک Idea, Committment & People Driven تحریک کا نام ہے۔ ہم نے اس کام کے لئے ملک کے بہترین افراد کی خدمات حاصل کی ہیں۔ جس سے ہم وسیع تعمیری کام کریں گے اور لوگ خود اس تحریک کے حصہ دار بنیں گے۔ جہاں تک مالیہ کا معاملہ ہے اس کا حل یہ ہے کہ جن ریاستوں میں ہمارے پروجیکٹ چل رہے ہیں اس کے سالانہ خرچ کا پچیس فیصد حصہ ریاست کے اہل خیر حضرات سے حاصل کیا جائے گا۔ دس فیصد حصہ جنوبی ریاستوں کے اہل خیر حضرات سے حاصل ہوگا اور باقی حکومتی اور غیر حکومتی اداروں سے حاصل ہونے کی توقع ہے۔

●●

دعوت

ایک غیر معمولی پیشکش

جماعت اسلامی ہند کے ساٹھ سال

تحریک اسلامی کی یگانہ روزگار شخصیات کے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں

● جماعت اسلامی ہند کا قیام اور اس کا پس منظر ● حالات اور مسائل ● ساٹھ سالہ سفر کا اتار چڑھاؤ
● مشکلات اور آزمائشیں ● تجربات ومشاہدات ● خدمات ● اہداف ● پیش رفت

جماعت کی بزرگ، تجربہ کار اور جہاں دیدہ شخصیات کے احساسات کی روشنی میں ایک دستاویزی پیشکش جس سے ملک میں تحریک اسلامی کی بنیادوں اور اس کی تاریخ کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور تحریک کو مضبوط اور مزید فعال بنانے میں رہنمائی حاصل ہوگی۔

صفحات 250 — تاریخ اشاعت ۲۸ مارچ ۲۰۰۹ء — قیمت/50 روپے

ایجنٹ حضرات مطلوبہ تعداد سے جلد از جلد مطلع فرمائیں

کس ریاست کے کس حلقے میں کب ہوں گے انتخابات

آندھرا پردیش:
کل نشستیں ۴۲
انتخابات: دو مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۱٦/اپریل
(۱) عادل آباد
(۲) پڈاپلی
(۳) کریم نگر
(۴) نظام آباد
(۵) ظہیر آباد
(٦) میڈک
(۷) ملکاجگری
(۸) سکندرآباد
(۹) حیدرآباد
(۱۰) چیولا
(۱۱) محبوب نگر
(۱۲) نگرکرنول
(۱۳) نلگونڈہ
(۱۴) بھونگیر
(۱۵) ورنگل
(۱٦) محبوب آباد
(۱۷) کھمم
(۱۸) ارکو
(۱۹) شری کاکولم
(۲۰) وجے نگرم
(۲۱) وشاکھاپٹنم
(۲۲) انکاپلی
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل
(۲۳) کاکی ناڈا
(۲۴) املاپورم
(۲۵) راج مندری
(۲٦) نرساپورم
(۲۷) ایلورو
(۲۸) مچھلی پٹنم
(۲۹) وجے واڑہ
(۳۰) گنٹور
(۳۱) نرس راوپیٹ
(۳۲) باپٹلا
(۳۳) اونگول
(۳۴) ناندیال
(۳۵) کرنول
(۳٦) اننت پور
(۳۷) ہندوپور
(۳۸) کاڈپا
(۳۹) نیلور
(۴۰) تروپتی
(۴۱) راجم پیٹ
(۴۲) چتور

آسام
کل نشستیں ۱۴
انتخابات: دو مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۱٦/اپریل
(۱) کریم گنج
(۲) سلچر
(۳) اوٹو ناس
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل
(۴) دھبری
(۵) کوکرا جھار
(٦) بارپیٹا
(۷) گوہاٹی
(۸) منگل دوئی
(۹) تیج پور
(۱۰) نوگاؤں
(۱۱) کالیابور
(۱۲) جورہٹ
(۱۳) لکھیم پور

کرناٹک: کل نشستیں ۲۸
انتخابات: دو مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل
(۱) چکوڈی
(۲) بیلگام
(۴) بیجاپور
(۵) گل برگ
(٦) رائے پور
(۷) بیدر
(۸) کوپل
(۹) بیلاری
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل
(۱۷) اترا کنڈا
(۱۸) چتردرگہ
(۱۹) تمکور
(۲۳) بنگلور رورل
(۲۴) بنگلور شمال
(۲۵) بنگلور وسط
(۲٦) بنگلور جنوب
(۲۷) چکبل پور

(۲۸) کولار
حلقہ کا نمبر ۳۰/اپریل
(۳) باگل کوٹ
(۱۰) ہویری
(۱۱) دھارواڑ
(۱۳) داونگیرے
(۱۴) شموگہ
(۱۵) اڈپی چک منگلور
(۱٦) ہاسن
(۱۷) جنوبی کنڑ
(۲۰) مانڈیا
(۲۱) میسور
(۲۲) کامراج نگر

مدھیہ پردیش:
کل نشستیں ۲۹
انتخابات: دو مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل
(۸) کھجوراہو
(۹) ستنا
(۱۰) ریوا
(۱۱) سیدھی
(۱۲) شاہڈول
(۱۳) جبل پور
(۱۴) منڈلا
(۱۵) بالاگھاٹ
(۱٦) چھندواڑہ
(۱۷) ہوشنگ آباد
(۱۸) ودیشہ
(۱۹) بھوپال
(۲۹) بیتول
حلقہ کا نمبر ۳۰/اپریل
(۱) مرینا
(۲) بھنڈ
(۳) گوالیار
(۴) گنا
(۵) ساگر
(٦) ٹیکم گڑھ
(۷) دموہ
(۸) راج گڑھ
(۲۱) دیواس
(۲۲) اجین
(۲۳) مندسور
(۲۴) رتلام
(۲۵) دھار
(۲٦) اندور
(۲۷) کھرگون
(۲۸) کھنڈوا

منی پور:
کل نشستیں ۲
انتخابات: دو مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۱٦/اپریل
(۲) منی پور باہری
حلقہ کا نمبر ۲۲/اپریل
(۱) منی پور داخلی

اڑیسہ:
کل نشستیں ۲۱
انتخابات: دو مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۱٦/اپریل
(۱) برگڑھ
(۲) سندرگڑھ
(۳) سنبل پور
(۱۰) بولانگیر
(۱۱) کالاہانڈی
(۱۲) نورنگ پور
(۱۳) کندھمال
(۱۹) آسکا
(۲۰) برہام پور
(۲۱) کوراپٹ
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل
(۴) کیونجھر
(۵) میوربھنج
(۷) بھدرک
(۸) جاج پور
(۹) ڈھینکانال
(۱۴) کٹک
(۱۵) کیندرپارہ
(۱٦) جگت سنگھ پور
(۱۷) پوری
(۱۸) بھونیشور

بہار
کل نشستیں: ۴۰
انتخابات: تین مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۱٦/اپریل
(۱۷) گوپال گنج
(۱۸) سیوان

(۱۹) مہاراج گنج
(۲۰) سارن
(۳۲) آرہ
(۳۳) بکسر
(۳۴) سہسرام
(۳۵) کراکٹ
(۳٦) جہان آباد
(۳۷) اورنگ آباد
(۳۸) گیا
(۳۹) نوادہ
(۴۰) جموئی
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل
(۱) بالمیکی نگر
(۲) مغربی چمپارن
(۳) مشرقی چمپارن
(۴) شیوہر
(۵) سیتامڑھی
(٦) مدھوبنی
(۷) جھنجھارپور
(۱۴) دربھنگہ
(۱۵) مظفرپور
(۱٦) ویشالی
(۲۱) حاجی پور
(۲۲) اوجیارپور
(۲۳) سمستی پور
حلقہ کا نمبر ۳۰/اپریل
(۸) سپول
(۹) ارریہ
(۱۰) کشن گنج
(۱۱) کٹیہار
(۱۲) پورنیہ
(۱۳) مدھے پورہ
(۲۴) بیگوسرائے
(۲۵) کھگڑیا
(۲٦) بھاگلپور
(۲۷) بانسکا
(۲۸) مونگیر
حلقہ کا نمبر ۷/مئی
(۲۹) نالندہ
(۳۰) پٹنہ صاحب
(۳۱) پاٹلی پتر

پنجاب
کل نشستیں ۱۳
انتخابات: دو مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۷/مئی
(۱۰) فیروزپور
(۱۱) بھنڈہ
(۱۲) سنگرور
(۱۳) پٹیالہ
حلقہ کا نمبر ۱۳/مئی
(۱) گروداس پور
(۲) امرتسر
(۳) کھدور صاحب
(۴) جالندھر
(۵) ہوشیارپور
(٦) آنندپور صاحب
(۷) لدھیانہ
(۸) فتح گڑھ صاحب
(۹) فریدپور

جھارکھنڈ
کل نشستیں ۱۴
انتخابات: دو مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۱٦/اپریل
(۴) چترا
(۵) کوڈرما
(۱۱) کھونٹی
(۱۲) لوہردگا
(۱۳) پلامو
(۱۴) ہزاری باغ
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل
(۱) راج محل
(۲) دمکا
(۳) گوڈا
(٦) گریڈیہہ
(۷) دھنباد
(۸) رانچی
(۹) جمشید پور
(۱۰) سنگھ بھوم

آندھرا پردیش
کل نشستیں: ۴۸
انتخابات: تین مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۱٦/اپریل
(۵) بلڈانہ
(٦) آکولہ
(۷) امراوتی
(۸) وردھا
(۹) رام ٹیک
(۱۰) ناگپور
(۱۱) بھنڈارہ-گوندیا
(۱۲) گڑھ چرولی، چیمور
(۱۳) چندرپور
(۱۴) ایوت محل، واسم
(۱۵) ہنگولی
(۱٦) ناندیڑ
(۱۷) پربھنی
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل
(۱) نندوربار
(۲) دھولے
(۳) جلگاؤں
(۴) راویر
(۱۸) جالنہ
(۱۹) اورنگ آباد
(۲۰) ڈنڈوری
(۲۱) ناسک
(۳۲) رائے گڑھ
(۳۳) ماول
(۳۴) پنے
(۳۵) بارامتی
(۳٦) شرور
(۳۷) احمد نگر
(۳۸) شرڈی
(۳۹) بیڑ
(۴۰) عثمان آباد
(۴۱) لاتور
(۴۲) شولاپور
(۴۳) ماڈھا
(۴۴) سانگلی
(۴۵) ستارہ
(۴٦) رتناگری سندھودرگ
(۴۷) کولہاپور
(۴۸) ہتکا نگلے
حلقہ کا نمبر ۳۰/اپریل
(۲۲) پالگھاٹ
(۲۳) بھیونڈی
(۲۴) کلیان
(۲۵) تھانے
(۲٦) ممبئی شمالی
(۲۷) ممبئی شمال مغربی
(۲۸) ممبئی شمال مشرقی
(۲۹) ممبئی شمال سنٹرل
(۳۰) ممبئی جنوب سنٹرل
(۳۱) ممبئی جنوبی

مغربی بنگال
کل نشستیں ۴۲
انتخابات: تین مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۳۰/اپریل
(۱) کوچ بہار
(۲) علی پور دوارس
(۳) جلپائی گوڑی
(۴) دارجلنگ
(۵) رائے گنج
(٦) بیلورگھاٹ
(۷) مالدہ شمالی
(۸) مالدہ جنوبی
(۳۲) گھٹل
(۳۳) جھاڑگرام
(۳۴) میدنی پور
(۳۵) پرولیا
(۳٦) بانکورا
(۳۷) وشنو پور
حلقہ کا نمبر ۷/مئی
(۹) جہانگیر پور
(۱۰) بہرامپور
(۱۱) مرشدآباد
(۱۲) کرشنا نگر
(۱۳) راناگھاٹ
(۲۵) ہاوڑہ
(۲٦) اولوبیریا
(۲۷) شری رامپور
(۲۸) ہگلی
(۲۹) آرام باغ
(۳۰) تملک
(۳۱) کانتھی
(۳۸) بردھان مشرقی
(۳۹) بردھان درگاپور
(۴۰) آسنسول
(۴۱) بولپور
(۴۲) بیر بھوم
حلقہ کا نمبر ۱۳/اپریل
(۱۴) بن گاؤں
(۱۵) بیرک پور
(۱٦) دم دم
(۱۷) باراسات
(۱۸) بشیرہاٹ
(۱۹) جے نگر
(۲۰) متھوراپور
(۲۱) ڈائمنڈ ہاربر
(۲۲) جادھوپور
(۲۳) کولکاتہ جنوب
(۲۴) کولکاتہ شمال

اترپردیش
کل نشستیں: ۸۰
انتخابات: پانچ مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۱٦/اپریل
(٦۳) مہاراج گنج
(٦۴) گورکھپور
(٦۵) کشی نگر
(٦٦) دیوریا
(٦۷) بانسی گاؤں
(٦۸) لال گنج
(٦۹) اعظم گڑھ
(۷۰) گھوسی
(۷۱) سلیم پور
(۷۲) بلیا
(۷۴) مچھلی شہر
(۷۵) غازی پور
(۷٦) چندولی
(۷۷) وارانسی
(۷۹) مرزاپور
(۸۰) رابرٹس گنج
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل
(۳۷) امیٹھی
(۳۸) سلطانپور
(۳۹) پرتاپ گڑھ
(۴۸) باندہ
(۵۰) کوشمبی
(۵۱) پھولپور
(۵۲) الٰہ آباد
(۵۴) فیض آباد
(۵۵) امبیڈکر نگر
(۵۷) قیصر گنج

باقی صفحہ ۸ پر

ارکان مجلس نمائندگان ومرکزی شوریٰ کی توجہ کے لئے

مجلس نمائندگان کا وسط میقاتی اجلاس ملتوی، اجلاس شوریٰ میں توسیع

نئی دہلی- قیم جماعت جناب نصرت علی کے دفتر سے جاری کردہ ایک بیان میں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ مجلس نمائندگان کا وسط میقاتی اجلاس جس کا انعقاد ۲ تا ۵/اپریل ۲۰۰۹ء مرکز جماعت نئی دہلی میں طے تھا، اب اسے پارلیمانی انتخاب کے اعلان اور اس میں رفقاء جماعت کی مصروفیات کے پیش نظر ملتوی کردیا گیا ہے۔ اب اس کا انعقاد انشاء اللہ ۲۸ تا ۳۱/مئی ۲۰۰۹ء کو ہوگا۔ اس کے مقام کے بارے میں جلد ہی مطلع کیا جائے گا۔ مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس جو ۳۱/مارچ اور یکم اپریل کو ہونا تھا اس میں دو روز کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ اب یہ اجلاس انشاء اللہ ۳۱/مارچ تا ۳/اپریل ۲۰۰۹ء مرکز جماعت ہی میں ہوگا۔ اجلاس کا تفصیلی ایجنڈا ارکان شوریٰ کے نام مرکز سے براہ راست ارسال کیا جاچکا ہے۔

بزرگ شاعر حضرت ابوالمجاہد زاہد کا انتقال

نئی دہلی- دور حاضر کے ممتاز اور صاحب طرز شاعر مولانا ابوالمجاہد زاہد ٦/مارچ کو علی گڑھ میں انتقال فرماگئے۔ عمر تقریباً ۸۰ سال تھی۔ مرحوم کچھ عرصے سے بیمار تھے۔ مرحوم مدرسہ عالیہ رام پور سے تحصیل علم کے بعد مدرسہ رئیس العلوم رائے پور، کھیری لکھیم پور، درس گاہ اسلامی لکھیم پور، درسگاہ اسلامی رام پور، جامعۃ الصالحات اور ۱۹۹۵ء سے مرکز جماعت اسلامی ہند کے شعبہ تعلیم میں درسیات کے ایڈیٹر کی حیثیت سے وابستہ رہے۔ شاعری طالب علمی کے زمانہ ہی سے شروع کردی تھی۔ ابتداء میں حکیم سید افتخار الحسن جگر بسوانی سے اصلاح لی، بعد میں سیماب اکبرآبادی سے وابستہ ہوگئے۔ مرحوم سیماب اکبرآبادی کے فارغ التحصیل شاگرد تھے۔ مولانا زاہد کا پہلا شعری مجموعہ ''تگ وتاز'' تقریباً نصف صدی قبل منظر عام پر آیا تھا۔ اس کے بعد ''کھلتی کلیاں'' کے نام سے بچوں کی شاعری پر مشتمل دوسرا مجموعہ شائع ہوا۔ چند برس پہلے تیسرا مجموعہ ''ید بیضا'' شائع ہوا جو حمد، نعت، منقبت اور غزلوں پر مشتمل ہے۔ مرحوم کی شاعری میں اسلامی اقدار کی پاسبانی اور سماجی وتعمیری پہلوؤں کو خصوصی مقام حاصل تھا۔ مرحوم نے اپنی عملی زندگی کی ابتدا ادبی صحافت سے کی تھی۔ ماہنامہ ''نئی نسلیں'' کے علاوہ ''دبدبۂ سکندری'' اور پندرہ روزہ اخبار ''برادری'' کے مدیر بھی رہے۔ ۲۰۰۷ء میں حج سے واپسی کے بعد سے مرحوم کی طبیعت مسلسل خراب رہنے لگی تھی۔ مرحوم کی نماز جنازہ اور تدفین میں بڑی تعداد میں مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ ودیگر حضرات نے شرکت کی۔ حضرت ابوالمجاہد زاہد کے انتقال پر علمی ادبی شخصیات نیز جماعت اسلامی ہند کے ذمہ داران ومتوسلین نے سخت صدمے کا اظہار کیا ہے۔

عام انتخابات سے قبل ریاستوں کا سیاسی وانتخابی منظرنامہ (۳)

(۷) مدھیہ پردیش

لوک سبھا کی نشستیں: ۲۹ — اسمبلی کی نشستیں: ۲۳۰

پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۸ء
بی جے پی	۲۵	۱۴۳
کانگریس	۴	۷۱
بہوجن سماج پارٹی	......	۷
جن شکتی پارٹی	......	۴
آزاد ودیگر	......	۴

نوٹ: نئی حد بندی کے بعد بہت بڑی تعداد میں پارلیمانی حلقوں کی تصویر بدلی ہوئی ہے اس کا اثر ۲۰۰۸ء کے اسمبلی انتخابات میں بھی نظر آیا۔ بیشتر حلقوں میں مقابلہ دورُخی کانگریس اور بی جے پی کے درمیان رہے گا، کچھ حلقوں میں بہوجن سماج پارٹی اور اوما بھارتی کی جن شکتی پارٹی کے نتائج پر اثر انداز ہوسکتی ہیں۔

خلائی ملبہ گرنے سے پیدا ہونے والے خطرات

نعیم اختر

خوش قسمتی اگرچہ اب تک انسانوں کا ساتھ دے رہی ہے۔لیکن خلائی ملبے سے نہ صرف خلاء میں بلکہ زمین پر بھی حادثات غیر متوقع نہیں ہیں۔ستمبر ۱۹۹۱ء میں خلائی شٹل ڈسکوری کے عملے کو خلاء میں اس وقت ہنگامی طور پر اپنارخ اچانک تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی، جب روسی کوسموس سٹیلائٹ کا جلتا ہوا ملبہ اس سے ٹکرانے ہی والا تھا۔اسی طرح ۲۰۰۶ء میں لاطینی امریکہ کی ایک فضائی کمپنی کا مسافر بردار طیارہ بحرالکاہل کے اوپر پرواز کے دوران ایک روسی جاسوس سٹیلائٹ کے ملبے سے ، جوزمین کی فضائی حدود میں جلتا ہوا داخل ہورہا تھا ،ٹکرانے سے بال بال بچ گیا۔ طیارے میں سوار ۲۷۰ مسافر خوش نصیب تھے،جنھیں کوئی زخم نہیں آیا۔

اس وقت بے کراں کائنات کی تصویر کشی میں مصروف ہبل خلائی دوربین بھی خطرے کی زد میں ہے اور سائنسدانوں نے تخمینہ لگایا ہے کہ اگر اسے مزید نقصان نہ پہنچا تو وہ ۲۰۲۰ءتک زمین پر واپس آجائے گی۔ ان کی پوری کوشش ہے کہ اس کی Re-entry کو وہ اپنے قابو میں رکھ سکیں کیونکہ اگر وہ بے قابو انداز میں زمینی فضا میں داخل ہوئی تو زمین پر انسانی آبادی کے لئے بہت خوفناک ثابت ہوسکتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق گیارہ ہزار سات سو ۹۲ کلوگرام وزنی اس خلائی دوربین کا کم ازکم دو ٹن یا دو ہزار ۵۵ کلوگرام وزنی حصہ زمینی فضا میں ہوا کی رگڑ سے جلنے کے بعد بھی محفوظ رہ سکتا ہے اور ملبہ ۱۲۲۰ کلومیٹر طویل رقبے کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے۔انسانی آبادی کو اس سے لاحق خطرے کا تناسب ۲۵۰ ءانگایا گیا ہے جو ناسا کے اپنے حفاظتی معیار کے مطابق بھی بہت زیادہ ہے۔ ناسا نے تخمینہ لگایا ہے کہ روزانہ خلائی ملبے میں سے کم ازکم ایک ٹکڑا زمین کی طرف واپس آتا ہے۔

اب تک مختلف اقسام اور سائز کے خلائی ملبے کے ساتھ قابل شناخت ٹکڑے زمین پر برس چکے ہیں جن میں سے تازہ ترین ایک اٹھارہ سال پرانی ڈیلٹا راکٹ کی کیسنگ ہے جو ایک آسٹریلوی رینچ کے پچھواڑے مویشیوں کے درمیان دریافت کی گئی تھی۔ زمین پر انسان کی بنائی ہوئی سب سے بڑی جو چیز خلاء سے اب تک واپس آئی ہے وہ روسی خلائی اسٹیشن میر ہے جو ۲۳/ مارچ ۲۰۰۱ءکوزمینی فضا میں داخل ہونے کے بعد جل کر ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ ۱۴۰ ٹن وزنی میر اسٹیشن کے ساتھ ایک MI-5 خلائی جہاز بھی تھا۔میر خلائی اسٹیشن نے پندرہ سال تک خلائی تحقیقات میں معاونت کی تھی، بعد ازاں اس میں حادثات پیش آئے اور خرابیاں پیدا ہونے کے بعد روسیوں نے اسے ترک کرکے آئی ایس ایس کے منصوبے میں دلچسپی ظاہر کی تھی۔

خلائی ملبہ کن چیزوں پر مشتمل ہے؟

اس وقت زمین کے گرد خلاء میں جو بھی ملبہ یا بے کار چیزیں چکر لگا رہی ہیں ان پر ایک امریکی محکمہ US Space Surveillance Network نظر رکھے ہوئے ہے اور ان کے بارے میں وہ امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے ناسا کو بتاتا رہتا ہے۔ فی الحال اس محکمے کے مشاہدے میں انسان کی بنائی ہوئی سترہ ہزار سے زیادہ ایسی چیزیں موجود ہیں جن کا قطر چار انچ سے زائد ہے۔ ۲۰۰۰ءتک ان اشیاء کی تعداد ۹ ہزار تھی لیکن اب اس میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ USSSN کے تخمینے کے مطابق چار انچ سے چھوٹی لاکھوں چیزیں خلاء میں تیر رہی ہیں اور اس قسم کے تمام خلائی ملبے کا مجموعی وزن تقریباً پانچ ہزار پانچ سو ٹن تک ہوسکتا ہے۔ خلاء میں جو ملبہ موجود ہے اس کا ۲۲ فیصد ایسے خلائی جہازوں پر مشتمل ہے جو اب ناکارہ ہوچکے ہیں یا کام نہیں کر رہے ہیں۔ سترہ فیصد ملبہ آخری مرحلے میں راکٹوں سے الگ ہونے والے ٹکڑوں/حصوں پر مشتمل ہے۔ ملبے کا ۱۹ فیصد مشن سے متعلق چیزوں کا ہے جن میں ان جانوروں کی باقیات بھی شامل ہیں جنھیں انسانوں کو خلاء میں بھیجنے سے پہلے راکٹوں میں روانہ کیا گیا تھا اور ان کی واپسی پھر کبھی ممکن نہیں ہوسکی تھی۔

انسان کے چاند پر قدم رکھنے کی کامیابی میں ان بندروں اور کتوں کی خدمات فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ بیالیس فیصد خلائی ملبہ ایندھن، نٹ بولٹ، کچرے کے تھیلوں، اوزار، بیٹریوں کے ٹکڑوں اور خلائی جہازوں کی بیرونی سطح سے اکھڑے ہوئے پینٹ کے ذرات یا ٹکڑوں پر مشتمل ہے۔

خلابازوں کے استعمال میں رہنے والی بعض چیزیں بھی اس وقت خلاء میں تیر رہی ہیں۔شٹل میں سوار خلا بازوں کو ایک مرتبہ ایک ٹوتھ برش بھی خلا میں تیرتا نظر آیا تھا جو کبھی کسی خلا باز کے استعمال میں رہا ہوگا۔ ۱۹۶۵ء میں خلا میں چہل قدمی کے دوران امریکی خلا باز ایڈ وہائٹ کا ایک دستانہ (Glove) اتر گیا تھا جو اب خلائی ملبے میں شامل ہو چکا ہے۔اسی طرح ایک کیمرا بھی خلا کی وسعتوں میں تیر رہا ہے۔خلا میں جو سب سے پرانی چیز عرصۂ دراز سے تیر رہی ہے وہ ۱۹۵۸ء میں بھیجا جانے والا Vanguard ریسرچ سٹیلائٹ ہے جس نے ۱۹۶۴ء میں کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ملبے میں جو سب سے نئی چیز شامل ہوئی تھی وہ ریفریجریٹر کے سائز کا ایک چودہ سو پونڈ وزنی امونیا ریزروائر ٹینک ہے جو جولائی ۲۰۰۷ء میں بین الاقوامی خلائی اسٹیشن سے الگ کردیا گیا تھا کیونکہ اس کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اور یہ اپنی زندگی کی میعاد پوری کرچکا تھا۔ یہ امونیا ٹینک گزشتہ سال نومبر میں جنوبی تسمانیہ، آسٹریلیا کے قریب بحر ہند میں بحفاظت جاگرا ہے۔

گلوبل پوزیشننگ سسٹم کے ۲۷ سٹیلائٹس

گلوبل پوزیشننگ سسٹم (GPS) عالمی مواصلاتی سیاروں پر مبنی ایک ایسا جدید سائنسی نظام ہے جس میں ریڈیائی لہروں کے ذریعے طیاروں، بحری جہازوں اور دیگر سواریوں کے مقام، رفتار، منزل اور سمت کے تعین کے بارے میں معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ جی پی ایس امریکی محکمہ دفاع کی تخلیق ہے اور وہی اسے استعمال بھی کرتا ہے۔ فی الحال یہ نظام کم ازکم ۲۷ مواصلاتی سیاروں یا سٹیلائٹس کی مدد سے کام کررہا ہے جو زمین کے مدار میں مختلف سمتوں میں مسلسل گشت کر رہے ہیں۔ ان مصنوعی سیاروں کی مدد سے زمین پر، سمندر اور فضا میں دوران پرواز نظام استعمال کرنے والوں کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ اس وقت دنیا کے کس حصے میں موجود ہیں، ان کی رفتار کیا ہے اور وقت کیا ہے۔انھیں یہ معلومات دنیا بھر میں کہیں بھی، کسی بھی وقت اور کسی بھی موسم میں فراہم کی جاسکتی ہیں اور یہ معلومات اس وقت موجود اس قسم کے دیگر تمام نظاموں کے مقابلے میں بہت زیادہ درست ہوتی ہیں۔

”اسکائی لیب“ کی تباہی

اسکائی لیب (Skylab) امریکہ کا پہلا خلائی اسٹیشن تھا، جسے ۱۴/مئی ۱۹۷۳ء کو چھوڑا گیا تھا اور یہ ۱۹۷۹ءتک زمین سے ۴۵۰ کلومیٹر اوپر مدار میں چکر لگاتا رہا۔ ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۴ء میں تین مرتبہ خلا بازوں نے اس اسپیس اسٹیشن میں قیام کرکے مختلف سائنسی تجربات کئے۔ بعد ازاں بعض فنی خرابیوں کے باعث اسکائی لیب کو مقررہ وقت سے بہت پہلے زمینی فضا میں ہنگامی طور پر دوبارہ داخل ہونا پڑا۔اس موقع پر پوری دنیا میں خوف وہراس کی فضا طاری تھی اور لوگ ڈر رہے تھے کہ اس کا ملبہ کہیں ان پر نہ آن گرے۔ ۱۲/ جولائی ۱۹۷۹ء کو صبح صادق کے وقت بحر ہند اور مغربی آسٹریلیا کے درمیان Re-entry کے دوران اس کے جلتے ہوئے ٹکڑے گرتے دیکھے گئے تھے۔جس وقت اسکائی لیب زمینی فضا میں داخل ہورہا تھا ،مغربی آسٹریلیا کے چھوٹے سے شہر اسپیرنس کا رہائشی اور سرامک ٹائل بچھانے کا کام کرنے والا سترہ سالہ نوجوان اسٹان تھورنٹن اپنے مکان کی چھت پر اس کا نظارہ کرنے کے لئے موجود تھا۔اس تجربے کے بارے میں اس نے بتایا ”اس وقت آسمان پر روشن ، چمکدار رنگین پھلجھڑیاں چھوٹتی محسوس ہورہی تھیں اور لگتا تھا جیسے سب کچھ ہمارے سروں پر آن گرے گا۔ آسمان اتنا روشن ہوگیا تھا جیسے ریٹیل شاپ میں جگمگاہٹ ہوتی ہے“۔ اسکائی لیب گرنے کے فوراً بعد تھورنٹن کی والدہ نے اسے ہدایت کی کہ وہ مکان کے پچھواڑے گودام کا معائنہ کرے کیونکہ انھوں نے اس کی چھت پر کسی چیز کے گرنے کی زوردار آواز سنی ہے۔تلاشی پر تھورنٹن کو وہاں دھات کا ایک ٹکڑا ملا جو جل کر کالا کوئلہ ہو چکا تھا اور گرمی کی شدت سے اس میں اس وقت بھی چھن چھن کی آواز آرہی تھی۔ اس نے اس دھاتی ٹکڑے کو پانی میں ڈال کر ٹھنڈا کیا۔ اسے پلاسٹک کے تھیلے میں رکھا اور مقامی ایمرجنسی سروسز آفس لے گیا۔اس دفتر کے لوگوں نے اسے بتایا کہ سان فرانسسکو سے شائع ہونے والے اخبار ”سان فرانسسکو ایگزامنر“ نے یہ اعلان کررکھا ہے کہ جو بھی شخص اخبار کے نیوز روم میں اسکائی لیب کا کوئی ٹکڑا لے کر سب سے پہلے پہنچے گا اسے دس ہزار ڈالر نقد انعام دیا جائے گا۔ یہ سنتے ہی تھورنٹن نے ہنگامی طور پر فضائی کرائے کا انتظام کیا اور ایک دن بعد کیلیفورنیا روانہ ہوگیا جہاں اس نے اپنا انعام وصول کیا اور خلائی تاریخ میں اپنا نام درج کرانے میں کامیاب رہا۔ بتایا جاتا ہے کہ اسپیرنس کی بلدیہ کی جانب سے اس کے شہر کو خلائی ملبے سے آلودہ کرنے کے جرم میں امریکی حکام کو چار سو ڈالر جرمانے کا چالان جاری کیا گیا تھا جو ابھی تک ادا نہیں کیا گیا۔

●●

دوران پرواز طبی مسائل بڑھ رہے ہیں

امریکی ریسرچرز نے کہا ہے کہ فضائی مسافروں میں سفر کے دوران طبی مسائل میں نمایاں اضافہ دیکھا گیا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ معمر مسافروں کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے اور پروازوں کا دورانیہ طویل سے طویل تر ہورہا ہے۔طبی جریدے ”لانسٹ“ میں شائع ہونے والے جائزے میں کہا گیا ہے کہ مسافروں کے علاوہ متعلقہ حکام کو بھی رگوں میں خون جمنے سے لے کر فلو کی وبا تک کے خطرات کے بارے میں اچھی طرح آگاہ ہونا چاہئے۔

ریسرچرز نے خبردار کیا ہے کہ انسانی آبادی میں زیادہ عمر والے لوگوں کے اضافے کا مطلب یہ ہے کہ جو مسافر طیاروں میں سوار ہوتے ہیں ان میں معمر افراد کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے۔علاوہ ازیں پروازوں کا دورانیہ بھی بڑھتا جارہا ہے جس سے طبی پیچیدگیاں سامنے آرہی ہیں۔ دوران پرواز صحت سے متعلق جن خطرات کا مشاہدہ سامنے آیا ، ان میں اہم ترین Venous Thromboembolisn یا VTE کا مسئلہ ہے، جو اس وقت پیش آتا ہے جب ٹانگوں کی ورید میں جمی ہوئی خون کی پھٹکی جسم کے اندر سفر کرتے ہوئے پھیپھڑوں تک پہنچتی ہے۔ فضائی سفر کے دوران VTE کے ۷۵ فیصد واقعات اس بنا پر پیش آتے ہیں کہ طیاروں میں دوران پرواز مسافروں کو نقل وحرکت کا کم سے کم موقع ملتا ہے۔جائزے میں یہ بھی دیکھا گیا کہ اکنامی کلاس کے مسافروں کی بہ نسبت بزنس کلاس کے مسافروں میں ٹانگوں میں خون کی پھٹکی جمنے کے واقعات زیادہ پیش آئے تھے۔سب سے زیادہ خطرہ اس وقت دیکھا گیا جب پروازوں کا دورانیہ آٹھ گھنٹے یا اس سے بھی زیادہ تھا۔ تاہم ایک اور جائزے میں یہ نوٹ کیا گیا کہ چار گھنٹے سے زیادہ طویل فضائی سفر میں بھی VTE کی شکایت پیش آسکتی ہے۔ واضح رہے کہ ایئر بس A-380 اور بوئنگ LR-777 جیسے نئے طیاروں کے استعمال سے پروازوں کا دورانیہ کہیں رُکے بغیر بیس گھنٹوں پر محیط ہوسکتا ہے۔

ریسرچرز نے کہا ہے کہ اتنی طویل مسافت پر جانے والے مسافروں کی صحت کی بہتری کے لئے کیبن کے اندر ہوا کا معیار بہتر بنانے اور مسافروں کے بیٹھنے کی جگہ کو زیادہ آرام دہ بنانے پر بھی توجہ دی جانی چاہئے۔ ماہرین نے کہا ہے کہ VTE کے خطرے کو کم کرنے کے لئے مسافروں کو چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ پانی اور مشروبات استعمال کریں۔ دوران پرواز جب بھی موقع ملے ، کیبن کے اندر چلتے پھرتے رہیں یا اپنی جگہ تبدیل کریں اور ٹانگوں سے چپک کر دباؤ ڈالنے والے خصوصی موزے استعمال کریں۔ ریسرچ ٹیم نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سلسلے میں اسپرین کی واضح افادیت سامنے نہیں آئی۔ ماہرین کے مطابق اگر بہت زیادہ ہوائی دباؤ والے ماحول میں زیادہ وقت گزارا جائے تو اس سے بھی طبی مسائل سامنے آسکتے ہیں۔ جن لوگوں کو سانس لینے میں دشواری محسوس ہوتی ہے یا دمے کے مریض ہیں، انھیں خاص طور پر طیارے کے اندر کم آکسیجن کی وجہ سے مسائل پیش آسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں دوران پرواز جسم میں گیسوں کے پھیلاؤ کی وجہ سے بھی ان لوگوں کی صحت کو نقصان پہنچ سکتا ہے جنھوں نے حال ہی میں کوئی بڑی سرجری کروائی ہے۔ ایسے واقعات سامنے آچکے ہیں جن میں آنتوں کی سرجری کروانے والوں کے زخم دوران پرواز کھل گئے تھے۔ ماہرین نے کہا ہے کہ اگر مسافر پچاس میٹر کا فاصلہ کسی تکلیف کے بغیر پیدل چل کر طے کرلیں یا ایک مرتبہ مختصر فاصلے تک سیڑھیاں اس طرح طے کریں کہ انہیں اپنے سینے اور بازوؤں میں کوئی درد محسوس نہ ہو یا وہ سانس لینے میں وقت محسوس نہ کریں تو انہیں فضائی سفر کے لئے اہل سمجھنا چاہئے۔

ریسرچرز نے یہ اندیشہ بھی ظاہر کیا ہے کہ طیارے جیسی بند جگہ میں زیادہ وقت گزارنے سے بیماری پھیلنے کا اندیشہ بھی زیادہ ہوسکتا ہے۔ تجارتی پروازوں میں انفلوئنزا، خسرہ، سانس کی تکلیف وہ بیماری (SARS) اور تپ دق پھیلنے کے واقعات بھی سامنے آچکے ہیں۔

●●

بچوں کی اسلامی تربیت ضروری ہے

ناهید اسلم

انتہائی حکمت کے ساتھ بچوں کو ”امر بالمعروف ونہی عن المنکر“ (بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا) کے طریقے سمجھائے جائیں اور اس سلسلے میں ان کی بھرپور ہمت افزائی کی جائے۔ اچھے کام کرنے، سچ بولنے، برائی سے بچنے، احادیث یاد کرواکر اس پر عمل کرنے اور دوسرے اچھے کاموں کے کرنے پر بچوں کو اکثر چھوٹے چھوٹے تحائف دیے جائیں۔اس سے ان میں برائی کے خلاف خوداعتمادی پیدا ہوگی۔ اسلام پر کی جانے والی تنقید اور اعتراضات کے مقابلے میں انہیں کیا رویہ اختیار کرنا ہوگا؟ ان کے دوست اور دوسرے ملنے جلنے والے جس مخالف سمت میں انہیں کھینچ رہے ہیں اس سے انہیں کیسے بچانا ہوگا؟ اس کے لئے سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور صحابیاتؓ کے واقعات سنا کر عملی پہلو سامنے رکھے جائیں۔

بدی کی قوت جتنی شدید ہے اس کے مقابلے میں نیکی کو بھی اتنا ہی طاقتور ہونا چاہئے۔اس کے لئے وقت، مال، صلاحیت جس کی بھی ضرورت ہو وہ لگائی جائے اور یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قدر ہوں گے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس کا ترجمہ ہے:”جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں ضرور ہم ان کے لئے اپنی راہیں کھول دیں گے“۔(العنکبوت:۶۹)

اس سلسلے میں ایک کارگر نسخہ یہ ہے کہ بہت دل سوزی کے ساتھ بچوں کو یہ بات بتائی جائے کہ شیطان ہم سب کا بدترین دشمن ہے اور یہ ٹی وی ، ڈش اور انٹرنیٹ ان سب پر شیطان کا قبضہ ہے۔ شیطان ہماری آنکھوں کے راستے آسانی سے ہمارے اندر داخل ہوجاتا ہے اور انتہائی غلط قسم کی چیزوں اور مناظر کو خوش نما بنا کر دکھاتا ہے اور انسان کے دل میں ان کے لئے کشش پیدا کردیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:”اور شیطان نے خوش نما بنادیے ہیں ان کے لئے وہ کام جو یہ کرتے ہیں“۔ (سورۃ الانعام:۴۳)

چھوٹے اور بڑے بچوں کو ان کی ذہنی استعداد کے مطابق یہ بات باور کرائی جائے کہ کس طرح ٹی وی اور انٹرنیٹ کے ذریعے شیطان ہمیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے دین سے دور کردیتا ہے۔ اس طرح ہم اللہ کی رحمت اور حفاظت سے بھی دور ہوجاتے ہیں۔ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا:”نگاہ شیطان کا زہریلا تیر ہے، جو کوئی بھی اپنی نگاہ کو اللہ تعالیٰ کی خاطر نیچا کرے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اسے ایمان کی ایسی حلاوت نصیب فرمائے گا جو وہ شخص روز قیامت اپنے دل میں محسوس کرے گا“۔(مسند احمد بن حنبل)

اس ضمن میں خصوصاً ماں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ جس چیز کی چاہے اپنے بچوں کے دلوں میں محبت ڈال دیتی ہے اور جس سے چاہے نفرت پیدا کردیتی ہے۔ضرورت ہے کہ اس میڈیا ہی کے حوالے سے بچوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ادراک کروایا جائے ۔اپنے وجود میں موجود اعضاء کی نعمتوں کا احساس دلاکر عملی اور شعوری پہلو سے سمجھایا جائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سے ان نعمتوں کا حساب لے گا۔

بچوں کو معاشرے کے رنگ میں رنگنے کے نقصانات اور ”صبغۃ اللہ“ (اللہ تعالیٰ کے رنگ) کو اختیار کرنے کی برکتوں سے روشناس کرایا جائے، انہیں بتایا جائے کہ اسلام نے ہمیں تفریح کا کیا تصور دیا ہے۔ اسلام ایک بامقصد نظام حیات ہے، سنجیدگی اور وقار اس کا مزاج ہے، تدبر اور غوروفکر اس کی طبیعت ہے۔ جس طرح ایک اچھا طالب علم ایک باصلاحیت فرد بننے کا خواہاں ہوتا ہے اسی طرح اللہ کی نظر میں ایک اچھا مسلمان بننا بھی بہت اہم ہے۔ اس ضمن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مقصد امور کو چھوڑ دے“(سنن ترمذی، ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ ہم یہ جانیں کہ ہم یہ کام کیوں کر رہے ہیں۔ بچوں کو وقت جیسی انمول نعمت کا احساس دلایا جائے کہ دراصل وقت ہی زندگی ہے،اس ”وقت“ کا بہترین اور کارآمد استعمال کرکے ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرب اور بہترین انجام سے سرفراز ہوسکتے ہیں اور لایعنی اور فضول کاموں میں وقت صرف کرکے صورتحال بالکل برعکس ہوجائے گی۔ اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی اکثر لوگ قدر نہیں کرتے : (۱)صحت (۲)فارغ وقت“۔
(صحیح بخاری، ترمذی، نسائی)

پس ضروری ہے کہ بچوں کو قرآن و سنت سے جوڑا جائے ، ہمہ وقت دل کی گہرائیوں سے ان کے بہترین اخلاق واعمال کے لئے دعائیں کی جائیں، کیونکہ والدین کی دعائیں اور خاص طور پر ماں کی دعا اولاد کے حق میں اس طرح قبول ہوتی ہے جیسے پیغمبر کی دعا اپنی امت کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔بھرپور کوشش کے بعد رب کے حضور عرضی پیش کی جائے گی تو کیوں قبولیت کا درجہ نہیں پائے گی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اور دعا بھی وہ جو اللہ رب العالمین نے خود سکھائی ہے:”اے ہمارے رب! ہماری ازواج اور ہماری اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

●●

ممبئی حملہ کے مقدمہ کا آغاز

ممبئی۔ ممبئی حملوں کا مقدمہ ۹/ مارچ یعنی پیر سے آرتھر روڈ پر واقع سنٹرل جیل میں بنائی گئی مخصوص عدالت میں شروع ہوگا۔اس لئے ممبئی حملوں کے واحد زندہ بچے ملزم اجمل قصاب کو آرتھر روڈ جیل منتقل کردیا گیا ہے اور ان کی حفاظت مقامی پولیس اور دیگر حفاظتی دستوں کے علاوہ ہند تبت سرحدی پولیس کے خصوصی تربیت یافتہ کمانڈوز کریں گے۔ ریاستی وزیر جینت پاٹل نے بتایا کہ انھوں نے مرکز سے اپیل کی ہے کہ چونکہ اجمل قصاب کئی شدت پسند تنظیموں کے نشانے پر ہے۔اس لئے پوری سیکورٹی فراہم کی جائے۔

طب وصحت

سنگترے کی غذائی وطبی اہمیت

حکیم محمد ابراهیم شیخ

سنگترہ فرحت بخش، لذیذ اور خوشبودار پھل ہے۔ لیموں، موسمی، نارنگی، میٹھا، گریپ فروٹ ، کنو...... یہ سب ایک ہی خاندان (جنس) سے تعلق رکھتے ہیں اور حکمت میں یہ جنس ”ترشادہ“ کہلاتی ہے۔سنگترہ ایک ایسا پسندیدہ اور لذت سے بھرا پھل ہے جسے ہر قسم اور ہر عمر کے لوگ کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ یہ خون صاف کرتا ہے، دل ومعدہ کو قوت بخشتا ہے، زود ہضم، مبرد، مشتہی محرک ہے۔ قے اور پیاس دور کرتا ہے۔ اس کا رس تمام صفراوی امراض خصوصاً اسہال صفراوی کے لئے مفید ہے۔اس کے استعمال سے بدن سے عمدہ خون پیدا ہوتا ہے۔ سنگترے میں حیاتین الف، ب اور ج بڑی مقدار میں ہوتے ہیں۔ اس کو کئی بیماریوں میں مفید سمجھا جاتا ہے۔ یرقان، دق وسل، خشک کھانسی، نمونیا، ہائی بلڈ پریشر، قبض، گٹھیا و دیگر امراض میں اس کا استعمال فائدہ مند ہے۔ یرقان کا مرض جگر میں گرمی پیدا کردیتا ہے،اس کی گرمی کو دور کرنے کیلئے سنگترے کا جوس استعمال کراتے ہیں جس سے مریض میں قوت مدافعت پیدا ہوتی ہے۔

سنگترے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جلد ہضم ہوجاتا ہے۔ اس میں گلوکوز، کیلشیم بھی وافر مقدار میں ہوتا ہے، خاص کر کمزور مریضوں میں اس کا استعمال بہت مفید ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں سنگترے کا استعمال ایک قدرتی ٹانک ثابت ہوتا ہے۔قبض کے مریض جب صبح سوکر اٹھتے ہیں تو ان کی زبان پر ”سفید پھل“ کی تہہ جم جاتی ہے، جو معدہ، جگر کی خرابی کی وجہ سے کام نہیں کرتے ہیں۔ ایسے مریض کو سنگترے کا استعمال کرنا چاہئے۔ سنگترہ معدے کے نظام کو درست کرتا ہے۔ اس طرح مریض کی زبان پر ”سفید پھل“ جمنے کا مسئلہ ختم ہوجاتا ہے۔☆بلغم کو پتلا کرکے آسانی کے ساتھ خارج کرنے میں مدد دیتا ہے۔☆سنگترہ دل ودماغ، رگوں اور ہڈیوں کو طاقت دیتا، معدے کی ہاضم رطوبات اور اپنے کھادی نمکیاں کی وجہ سے تیزابیت کا آسان ومؤثر علاج ہے۔☆جب گوشت کے بکثرت استعمال سے تیزابیت بڑھ جائے تو اس پھل کے استعمال سے رفع ہوجاتی ہے۔☆بعض افراد کو دودھ کے استعمال سے گیس پیدا ہوتی ہے، ایسے افراد سنگترہ استعمال کریں تو غذا حاصل کرنے کے ساتھ ان کا پیٹ پھولنے سے محفوظ رہے گا۔☆اس کے استعمال سے بچے مضبوط ہوکر سوکھا پن اور سکڑی جیسے امراض سے محفوظ رہتے ہیں۔ آب سنگترہ ۲ چمچے، آب گاجر دو چمچے، آب چونا (لائم واٹر) پانچ قطرے ملالیں۔ صبح وشام ایک تا دو چمچے بچوں کو استعمال کرائیں۔☆سنگترے کے چھلکے اور پودینہ کو تھوڑا تھوڑا جوش دے کر چھان کر مصری ملاکر دو تین دفعہ پلانے سے بدہضمی اور پیٹ کا درد رفع ہوجاتا ہے۔☆سنگترے کے چھلکے دس گرام ، ہلدی دس گرام ، صندل سفید دس گرام، جو کا آٹا پچاس گرام، ان تمام ادویہ کو پیس کر روغن چنبیلی سو گرام ملاکر ابٹن تیار کیا جاتا ہے جس سے چہرے پر مالش کرنے سے جلد صاف اور نکھر جاتی ہے۔☆سنگترہ دل کو طاقت دیتا ہے، فرحت بخشتا ہے، معدے کو قوت دے کر حیاتین ج کی کمی کو پورا کرتا ہے۔اس کے لئے شربت سنگترہ استعمال کیا جائے۔شربت تیار کرنے کیلئے آب سنگترہ ایک کلو، شکر ایک کلو، ست لیموں تین گرام، ست لوبان تین گرام معروف طریقے سے تیار کیا جائے۔ خوراک پچاس ملی لیٹر پانی میں ملاکر استعمال کیا جائے۔

سنگترے کے چھلکوں کا مربہ:

سنگترہ ان چند پھلوں میں سے ہے جن کا ہر حصہ استعمال ہوتا ہے۔ ۲۴ عدد سنگترے کے چھلکے، شکر دو کلو، میٹھا سوڈا سات گرام، نمک ے گرام اور پانی دو کلو۔ سنگترے کے چھلکوں کو پانی میں اس قدر ابالا جاتا ہے کہ وہ ٹوٹنے نہ پائیں، چھلکوں میں سوڈا، نمک ڈال کر جب اچھی طرح ابال لیں تو چھلکے گل جاتے ہیں۔ ٹھنڈا کرنے کے بعد اس میں شکر کا قوام ملادیا جاتا ہے۔ ٹھنڈا کرکے اس مرکب کو مرتبان میں رکھا جائے ،اس طرح اس میں مزید ذائقہ پیدا ہوجاتا ہے۔

●●

امریکہ میں ریکارڈ بیروزگاری اور حکومتی اقدامات

تابندہ نعیم

معیشت کو بحران سے نکالنے کے لئے نئی امریکی انتظامیہ نے سات کھرب اسّی ارب ڈالر کا ہنگامی امدادی منصوبہ منظور تو کرلیا ہے مگر یہ منصوبہ کتنے عرصے میں سرکاری اعدادوشمار کے مطابق ایک کروڑ سولہ لاکھ بیروزگاروں کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرسکے گا،اس بارے میں ماہرین معاشیات کوئی واضح بات نہیں کر پا رہے۔ امریکی لیبر ڈپارٹمنٹ کی رپورٹ کے مطابق صرف جنوری کے مہینے میں چھ لاکھ امریکی ملازمت سے محروم ہوئے ہیں۔ جس سے امریکہ میں بیروزگاری کی شرح سولہ برسوں میں ریکارڈ سطح یعنی سات اعشاریہ چھ فیصد تک جاپہنچی ہے۔ بیروزگار ہونے والوں میں مردوں کی تعداد خواتین سے زیادہ ہے۔

امریکی معیشت کبھی پہلے بھی اتنے برے دور سے گزری ہے؟ یہ جاننے کے لئے امریکی شہریوں کو کسی ادارے کے اعدادوشمار کی ضرورت نہیں۔ ادارے وہی کہہ رہے ہیں جو شہریوں پر بیت رہی ہے۔ یعنی صرف جنوری کے مہینے میں پانچ لاکھ اٹھانوے ہزار ملازمتوں کی کٹوتی۔ بحران کے آغاز سے اب تک ۳۵ لاکھ امریکیوں کو برطرفی کے نوٹس ملے اور جو بیروزگار ہوئے ہیں وہ بھی سخت محنت کررہے ہیں، یعنی روزی کی تلاش، ایک روزگاری خاتون پیٹی ڈسن کہتی ہیں کہ میں ایک دو نہیں سیکڑوں جگہوں پر ملازمت کے لئے درخواستیں بھیج چکی ہوں، چھوٹے پرائیویٹ اداروں سے لے کر بڑے سرکاری اداروں اور فاسٹ فوڈ ریسٹورنس تک مگر کہیں بھی ملازمت نہیں ہے۔

امریکی لیبر ڈپارٹمنٹ کی رپورٹ کے مطابق ملازمتوں میں اسی فیصد کٹوتی کا سامنا کرنے والے شعبوں میں تعمیرات اور مینو فیکچرنگ کا شعبہ سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے جہاں مردوں کی تعداد زیادہ ہے جبکہ وہ شعبے جن کی افرادی قوت میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے کم متاثر ہوئے ہیں۔یعنی صحت اور تعلیم کا شعبہ۔ جس کے بعد امریکہ کی افرادی قوت میں پہلی بار خواتین کی تعداد مردوں سے بڑھ گئی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بحران ابھی شروع ہی ہوا ہے۔ ماہرین معاشیات بیروزگاری کی موجودہ شرح کو بارک اوباما کے لئے بڑا چیلنج قرار دے رہے ہیں۔ جنہیں معیشت کی بحالی کے لئے پیش کیے گئے نوکھرب ڈالر کے بل کو سینیٹ سے منظور کرانے کے لئے پہلی بار انتہائی انداز اختیار کرنے پر مجبور ہوتے دیکھا گیا۔ بارک اوباما نے معاشی صورتحال کی سنگینی کا احساس دلانے کے لئے تباہی کا لفظ استعمال کیا۔

انھوں نے کہا کہ امریکی عوام ہم پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ ہم سب کو جو واشنگٹن میں ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہم یہاں امریکی عوام کی خدمت کرنے آئے ہیں۔ اگر ہم سستی کا مظاہرہ کریں گے تو یہ بحران مکمل تباہی کا روپ اختیار کرلے گا۔ گزشتہ ہفتے امریکی سینیٹ سے منظور ہونے والا معاشی بحالی کا پیکیج اگرچہ اتنی لاگت کا نہیں ہے جتنی لاگت اوباما انتظامیہ منظور کرانا چاہتی تھی مگر سات کھرب اسّی ارب ڈالر کی منظوری کو بھی ماہرین معاشیات حوصلہ افزا قرار دے رہے ہیں۔ معاشی بحالی کا پیکیج جسے ری پبلکنز تین ٹریلین کے اخراجات کا بل قرار دے رہے تھے ، مطلوبہ ووٹوں کے ساتھ منظور ہوگیا مگر معیشت کے ڈوبتے جہاز میں سوار لاکھوں امریکی جو ہر صبح تیار ہوکر نوکری پر نہیں بیروزگاروں کی قطار میں لگنے گھر سے نکلتے ہیں اس وقت سکھ کی سانس لیں گے جب انہیں روزگار کے حوالے سے کوئی اچھی خبر ملے گی۔

(وائس آف امریکہ اردو نیوز سروس)

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2000 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post

بقیہ: کس ریاست کے کس حلقے میں……

(۵۸) شراوستی
(۵۹) گونڈہ
(۶۰) ڈومریا گنج
(۶۱) بستی
(۶۲) سنت کبیرنگر
(۷۳) جونپور
(۷۸) بھدوہی

حلقہ کا نمبر ۳۰/اپریل

(۳۰) سیتاپور
(۳۱) ہردوئی
(۳۲) مصرخ
(۳۳) اناؤ
(۳۴) موہن لال گنج
(۳۵) لکھنؤ
(۳۶) رائے بریلی
(۴۳) کانپور
(۴۴) اکبرپور
(۴۵) جالون
(۴۶) جھانسی
(۴۷) حمیرپور
(۴۹) فتحپور
(۵۳) بارہ بنکی
(۵۶) بہرائچ

حلقہ کا نمبر ۷/مئی

(۲) کیرانہ
(۳) مظفرنگر
(۱۰) میرٹھ
(۱۱) باغپت
(۱۲) غازی آباد
(۱۳) گوتم بدھ نگر
(۱۴) بلندشہر
(۱۵) علی گڑھ
(۱۶) ہاتھرس
(۱۷) متھرا
(۱۸) آگرہ
(۱۹) فتح پورسیکری
(۲۰) فیروزآباد
(۲۱) مین پوری
(۲۲) ایٹہ
(۴۰) فرخ آباد
(۴۱) اٹاوا
(۴۲) قنوج

حلقہ کا نمبر ۱۳/مئی

(۱) سہارنپور
(۴) بجنور
(۵) نگینہ
(۶) مرادآباد
(۷) رامپور
(۸) سنبھل
(۹) امروہہ
(۲۳) بدایوں
(۲۴) آنولہ
(۲۵) بریلی
(۲۶) پیلی بھیت
(۲۷) شاہجہانپور
(۲۸) کھیری
(۲۹) دھورہرا

اروناچل پردیش
کل نشستیں:۲
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۶/اپریل

(۱) اروناچل مغربی
(۲) اروناچل مشرقی

گوا
کل نشستیں:۲
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل

(۱) شمالی گوا
(۲) جنوبی گوا

گجرات
کل نشستیں:۲۶
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۳۰/اپریل

(۱) کچھ
(۲) بناس کانٹھا
(۳) پاٹن
(۴) مہسانہ
(۵) سابرکانٹھا
(۶) گاندھی نگر
(۷) احمدآباد مشرقی
(۸) احمدآباد مغربی
(۹) سریندرنگر
(۱۰) راجکوٹ
(۱۱) پوربندر
(۱۲) جامنگر
(۱۳) جوناگڑھ
(۱۴) امریلی
(۱۵) بھاؤنگر
(۱۶) آنند
(۱۷) کھیڑا
(۱۸) پنچ محل
(۱۹) داہود
(۲۰) بڑودہ
(۲۱) چھوٹا اودے پور
(۲۲) بھڑوچ
(۲۳) باردولی
(۲۴) سورت
(۲۵) نوساری
(۲۶) ولساڈ

ہریانہ
کل نشستیں:۱۰
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۷/مئی

(۱) انبالہ
(۲) کروکشیتر
(۳) سرسہ
(۴) حصار
(۵) کرنال
(۶) سونی پت
(۷) روہتک
(۸) بھوانی، مہندرگڑھ
(۹) گڑگاؤں
(۱۰) فریدآباد

ہماچل پردیش
کل نشستیں:۴
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۳/مئی

(۱) کانگڑا
(۲) منڈی
(۳) حمیرپور
(۴) شملہ

کیرلا
کل نشستیں:۲۰
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۶/اپریل

(۱) کاسرگوڈ
(۲) کنور
(۳) وڈکارا
(۴) وائے ناڈ
(۵) کوزی کوڈ
(۶) مالاپورم
(۷) پونانی
(۸) پلکڑ
(۹) الٹھور
(۱۰) ترشور
(۱۱) چلکوڈی
(۱۲) ارناکولم
(۱۳) اڈکی
(۱۴) کوٹایم
(۱۵) الپھا
(۱۶) موے لکارا
(۱۷) پتن متھا
(۱۸) کولم
(۱۹) اٹنگل
(۲۰) ترونڈرم

جموں وکشمیر
کل نشستیں:۶
انتخابات:پانچ مرحلوں میں
حلقہ کا نمبر ۱۶/اپریل

(۵) جموں

حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل

(۶) اودھم پور

حلقہ کا نمبر ۳۰/اپریل

(۳) اننت ناگ

حلقہ کا نمبر ۷/مئی

(۲) سری نگر

حلقہ کا نمبر ۱۳/مئی

(۱) بارہمولہ
(۴) لداخ

اتراکھنڈ کل نشستیں:۵
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۳/مئی

(۱) ٹہری گڑھوال
(۲) گڑھوال
(۳) الموڑہ
(۴) نینی تال اودھم سنگھ نگر
(۵) ہری دوار

راجستھان
کل نشستیں:۲۵
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۷/مئی

(۱) گنگانگر
(۲) بیکانیر
(۳) چورو
(۴) جھن جھنو
(۵) سیکر
(۶) جے پور دیہات
(۷) جے پور
(۸) الور
(۹) بھرت پور
(۱۰) کرولی-دھولپور
(۱۱) دوسہ
(۱۲) ٹونک-سوائی مادھوپور
(۱۳) اجمیر
(۱۴) ناگور
(۱۵) پالی
(۱۶) جودھپور
(۱۷) باڑمیر
(۱۸) جالور
(۱۹) اودے پور
(۲۰) بانس واڑا
(۲۱) چتوڑگڑھ
(۲۲) راجس مند
(۲۳) بھیل واڑہ
(۲۴) کوٹہ
(۲۵) جھالاواڑا-بارن

تمل ناڈو
کل نشستیں:۳۹
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۳/مئی

(۱) ترووَلور
(۲) چنئی شمالی
(۳) چنئی جنوبی
(۴) چنئی وسطی
(۵) شری پیرومبدور
(۶) کانچی پورم
(۷) آراک کونم
(۸) ویلور
(۹) کرشناگری
(۱۰) دھرم پوری
(۱۱) تروناملائی
(۱۲) ارنی
(۱۳) ویلوپورم
(۱۴) کلاکوریچی
(۱۵) سلیم
(۱۶) نامکل
(۱۷) اروڈ
(۱۸) تروپور
(۱۹) نیل گری
(۲۰) کوئمبٹور
(۲۱) پلاچی
(۲۲) ڈنڈی گل
(۲۳) کرور
(۲۴) تروچراپلی
(۲۵) پیرمبلور
(۲۶) کڈالور
(۲۷) چدمبرم
(۲۸) مائلاڈوترئی
(۲۹) ناگ پٹنم
(۳۰) تنجاور
(۳۱) شیوگنگا
(۳۲) مدورے
(۳۳) ٹونی
(۳۴) وردوھ نگر
(۳۵) رام ناتھ پورم
(۳۶) ٹوٹوکڑی
(۳۷) ٹینکسی
(۳۸) ترونیدلی
(۳۹) کنیاکماری

میگھالیہ
کل نشستیں:۲
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۶/اپریل

(۱) شیلانگ
(۲) ترا

میزورم
کل نشستیں:ایک
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۶/اپریل

(۱) میزورم

ناگالینڈ
کل نشستیں:ایک
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۶/اپریل

(۱) ناگالینڈ

سکم
کل نشستیں:ایک
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۳۰/اپریل

(۱) سکم

تریپورہ
کل نشستیں:۲
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۲۳/اپریل

(۱) تریپورہ مغربی
(۲) تریپورہ مشرقی

چھتیس گڑھ
کل نشستیں:۱۱
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۶/اپریل

(۱) سرگوجا
(۲) رائے گڑھ
(۳) جانج گیر چمپا
(۴) کوربا
(۵) بلاس پور
(۶) راج ناندگاؤں
(۷) درگ
(۸) رائے پور
(۹) مہاسمند
(۱۰) بستر
(۱۱) کانکیر

دہلی
کل نشستیں:۷
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۷/مئی

(۱) چاندنی چوک
(۲) شمال مشرقی دہلی
(۳) مشرقی دہلی
(۴) نئی دہلی
(۵) شمال مغربی دہلی
(۶) مغربی دہلی
(۷) شمالی دہلی

انڈومان نکوبار
کل نشستیں:ایک
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۶/اپریل

(۱) انڈومان ونکوبار

چنڈی گڑھ
کل نشستیں:ایک
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۳/مئی

(۱) چنڈی گڑھ

دادرونگرحویلی
کل نشستیں:ایک
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۳۰/اپریل

(۱) دادرونگرحویلی

دمن اور دیو
کل نشستیں:ایک
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۳۰/اپریل

(۱) دمن اور دیو

پانڈیچری
کل نشستیں:ایک
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۳/مئی

(۱) پانڈیچری

لکش دیپ
کل نشستیں:ایک
انتخابات:ایک مرحلے میں
حلقہ کا نمبر ۱۶/اپریل

(۱) لکشدیپ

بقیہ: اس کارروائی کا مقصد کیا ہے؟

میڈیا والے اسپتال پہنچتے ہیں مگر داروغہ سے کسی کو ملنے نہیں دیا جاتا۔ شام کو افسر کہتے ہیں کہ داروغہ کو گولی نہیں لگی۔ وہ جسم کو چھوتی ہوئی نکل گئی۔ وسندھرا میں جہاں دلی کے نوشاد سے کوالس لوٹنے کی واردات بتائی گئی ہے وہاں آس پاس رات میں پولیس کی پٹرولنگ رہتی ہے۔ اس لئے سوال یہ اٹھتا ہے کہ فوراً اطلاع ملنے کے بعد پولیس کوالس لے کر بھاگنے والے بدمعاشوں کا پیچھا کیوں نہیں کرتی؟ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ بدمعاش اگر اناڑی بھی تھے تو اس علاقہ میں کیوں گھومتے رہے؟ جہاں لوٹ کے بعد ہر طرف پولیس کی گاڑیاں دوڑ رہی تھیں۔ لٹیرے چاہتے تو غازی آباد چھوڑ کر کسی بھی طرف بہت دور نکل سکتے تھے۔ جدید ترین ہتھیاروں کے آگے ٹھہر کتنی دیر ٹک سکتے ہیں؟ پھر بھی یہاں پولیس پر اندھا دھند فائرنگ کی بات کہی جا رہی ہے۔ چرچا یہ بھی ہے کہ لوٹی ہوئی کوالس چلانے والے نوشاد کے پولیس سے روابط ہے۔ اندرا پورم کے تھانیدار جتندر کالر پر وطن دورالیہ انکاؤنٹر میں بھی فرضی مڈبھیڑ کا الزام ہے۔ بعد میں دورالیہ کے وکیل اشوک پنڈت نے کالرا پر جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دینے کا الزام لگایا۔ کالرا کے خلاف سورج پال سنگھ کو قتل کرنے کی کوشش کے الزام میں کورٹ کے آرڈر پر دھولانہ تھانہ میں دفعہ ۳۰۷ کے تحت ایف آئی آر درج ہے۔ ۲۱/دسمبر کو کناؤنی کے پاس نیرج گپتا اور پون یادو، ۱۵/جنوری کو دھولانہ میں وطن دورالیہ، ۱۸/جنوری کو بہار کے ہیرا ٹھاکر اور ۲۷ کو مظفرنگر کے شمشاد کے انکاؤنٹر پر بھی اسی طرح کے سوالات اٹھے تھے۔ تازہ انکاؤنٹر میں مرنے والے فیروز اور رئیس کا کوئی مجرمانہ ریکارڈ نہیں ہے وہ ٹھیلے پر پھل بیچتے تھے۔ فیروز کے بھائی کا کہنا ہے کہ ایک دن قبل سے وہ دونوں لاپتہ تھے جس کے لئے تلاش جاری تھی کہ آج پتہ چلا ان کو پولیس نے مڈبھیڑ میں مار گرایا۔ اس کا مطلب ہے کہ پولیس نے ان کو ایک روز قبل اغوا کر لیا تھا۔ ایس ایس پی اکھل کمار نے پہلے دن انکاؤنٹر میں حصہ لینے والے ”پولیس کے بہادروں“ کو ڈھائی ہزار روپے کے ایوارڈ کا اعلان کیا اور ساتھ ہی احتجاج کرنے والوں کے بارے میں کہا کہ ”ہم ویڈیو کے ذریعہ ان کی شناخت کر رہے ہیں ان کے خلاف گرفتاری اور مقدمہ کی کارروائی کی جائے گی۔“ یاد رہے کہ مایاوتی اور ان کے لیڈر کانشی رام اعلیٰ ذات والے ہندوؤں کے خلاف زبردست نفرت انگیزی کرتے رہے ہیں۔ جب کہ برسراقتدار آنے پر وہ ان کا تو کچھ نہیں بگاڑ پائیں البتہ ان کے دور میں مسلمانوں پر پولیس کے مظالم کی کہانیوں میں ہمیشہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے بی جے پی کے دور میں بھی مسلمانوں پر پولیس کے مظالم اور انکاؤنٹر بڑھ گئے تھے اور اب غازی آباد سے بی جے پی کے قومی صدر راج ناتھ سنگھ لوک سبھا الیکشن لڑ رہے ہیں جس سے ہندوتوادی پولیس افسر و ملازمین میں مسلم دشمنی کا کھل کر کھیل کھیلنے کا شوق بڑھ گیا ہے۔ ●●

بقیہ: قرآن کا مقصدِ تعلیم اور……

کے لئے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں، یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں، البتہ جو اس روش سے باز آ جائیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں اور جو کچھ چھپاتے تھے اسے بیان کرنے لگیں، ان کو میں معاف کر دوں گا اور میں بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔ (البقرہ ۱۵۹-۱۶۰)

ان آیات میں ”سب انسانوں کی رہنمائی کے لئے“ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے، مدارس اور اسکول تمام انسانوں کے لئے اور ہر طالب کے لئے کھلے ہونے چاہئیں اور ہمارے نظام تعلیم میں علوم قرآن و تفسیر کو بنیادی اہمیت حاصل ہونی چاہئے۔ ”جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے۔“
(البقرہ:۱۲۱)

بقیہ: ہار جیت کے اندازے…

گومگو کی حالت میں ہیں۔ اسی طرح ٹوٹ پھوٹ کا عمل بھی جاری ہے۔ ایک پارٹی سے نکلنے اور دوسری پارٹی میں جانے کی رفتار آئندہ تیز بھی ہو سکتی ہے۔ ان کے اثرات مقبولیت و نامعقولیت پر لازماً پڑیں گے، پھر بھی ان ابتدائی جائزوں میں دونوں بڑی پارٹیوں اور اتحادوں کو بالکل قریب قریب بتایا گیا ہے۔ یعنی نہ تو دونوں پارٹیاں تنہا حکومت بنانے کی حالت میں ہیں اور نہ دونوں اتحادی حکومت بنانے کی پوزیشن میں یہ بڑی دلچسپ صورت حال ہے، ٹائمز آف انڈیا کے مطابق یو پی اے کو ۲۰۱ سیٹیں ملنے کا امکان ہے تو این ڈی اے کو ۱۹۵ اور یہ دونوں نمبر جادوئی نمبر سے بہت کم ہیں۔ گویا چھوٹی پارٹیاں جو ابھی دونوں اتحادوں سے دور ہیں فیصلہ کن کردار ادا کریں گی اور ان کی اہمیت بڑھ جائے گی۔ ●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ”دعوت“ ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔
ایڈیٹر: پرواز رحمانی
اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن
سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی
عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی

ضرورت رشتہ

سلمانی برادری یوپی وسط دو لڑکیاں، ایم اے اکونامکس اور ایم اے انگلش عمر ۲۱، اور ۱۹ سال، قد پانچ فٹ چار انچ، تحریکی ذہن وفکر، گیہواں رنگ کے لئے رشتہ مطلوب ہے۔ برادری اور علاقہ کی قید نہیں۔

Box No. 1039
C/o Sehroza Dawat
Dawat Nagar, D-314,
Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-25

ضرورت رشتہ

● دین پسند، سید سنی خاندان کی خوبصورت لڑکی عمر ۲۶ سال، تعلیم انٹر، کے لئے برسرروزگار لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔

● لڑکا ۲۵ سال، تعلیم انٹر، اور ڈپلوما، پرنٹنگ کا اپنا کاروبار کے لئے دین پسند خاندان کی لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ دہلی وبہار کے رشتے قابل ترجیح ہوں گے۔ بدلے کے رشتے بھی قابل قبول ہوں گے۔

رابطہ کریں:
09899443309

دو روزہ اجلاس عام وسیمنار

مدرسہ اسلامیہ راگھونگر بھوارہ مدھوبنی کے زیر اہتمام بعنوان ”اسلام: امن اور انسانیت کا علمبردار“ مورخہ ۱۴/۱۵/مارچ ۲۰۰۹ء بروز سنیچر واتوار منعقد ہونے جا رہا ہے جس میں ملک کے نامور علماء کرام اور حضرات مفکرین ودانشوران تشریف لا رہے ہیں۔

زیر صدارت: ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری، صدر جامعہ سلفیہ بنارس،
زیر نظامت: فضل اللہ سلفی،

واضح رہے کہ ادارہ کی جانب سے تقریباً تیس سال بعد یہ اجلاس منعقد ہونے جا رہا ہے جس میں ۱۹۹۸ء سے ۲۰۰۷ء تک فارغین مدرسہ کی دستار بندی بھی عمل میں آئے گی۔ اس لئے آپ تمام حضرات سے زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت کی گزارش کی جاتی ہے۔

منجانب: محمد نورالعین سلفی
کنوینر وسکریٹری مدرسہ اسلامیہ بھوارہ مدھوبنی (بہار)

حضرت محمدؐ: سیرت اور پیغام

آپؐ کیسے تھے؟	عرفان خلیلیؒ	14/-
آخری رسول حضرت محمدؐ: سیرت اور پیغام	مولانا سید جلال الدین عمر	5/-
بزم پیغمبرؐ	مولانا مقبول احمد سیوہارویؒ	13/-
پیارے رسولؐ	افضل حسینؒ	10/-
پیارے نبیؐ ایسے تھے	مائل خیرآبادیؒ	10/-
پیکر جمیلؐ	حمید شاہد	100/-
حضرت محمدؐ: آغوش آمنہ سے غار حرا تک	علی اصغر چودھری	90/-
حضرت محمدؐ: غار حرا سے غار ثور تک	علی اصغر چودھری	115/-
حضرت محمدؐ: ہجرت سے الرفیق الاعلیٰ تک	علی اصغر چودھری	140/-
حیات رسولؐ (کوئز)	علی اصغر چودھری	40/-
در یتیم	ماہر القادریؒ	60/-
دنیا کی عظیم ترین شخصیت	پروفیسر مرزا رفیع الدین احمد	5/-
رحمت عالمؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	5/-
رحمۃ للعالمینؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	8/-
سیرت کا پیغام	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	6/-
سیرت ختم الرسلؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	16/-
محمد عربیؐ	مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی	120/-
میلاد النبیؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	8/-
ہمارے حضورؐ	عرفان خلیلیؒ	14/-
ہمارے رسول پاکؐ	طالب ہاشمی	50/-
قائد انسانیتؐ	سلیم احمد فاروقی	18/-
سیرت سرور عالمؐ اوّل (مجلد)	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	310/-
سیرت سرور عالمؐ دوم (مجلد)	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	200/-
محسن انسانیتؐ (مجلد)	نعیم صدیقیؒ	225/-
سید انسانیتؐ	نعیم صدیقیؒ	55/-
عہد نبوی کا مدنی معاشرہ	ڈاکٹر سید محمد لقمان اعظمی ندوی	160/-
حیات سرور کائناتؐ	ابوبکر سراج الدین (مارٹن لنگس)	175/-
سیرت رسولؐ: دروس اور نصائح	محمد سعید رمضان البوطی	160/-
جلوۂ فاراں	مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی	85/-
حضور اکرمؐ اور ہجرت	ڈاکٹر سید اسعد گیلانی	40/-
رسول کریمؐ کی جنگی اسکیم	عبدالباری ایم، اے	65/-
رسول کریمؐ کی سماجی زندگی	متین طارق باغپتی	60/-
سرور عالمؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	6/-
غزوات رسول اللہؐ	بریگیڈیر گلزار احمد	90/-
غزوات مقدس	مولانا عنایت اللہ وارثی	45/-
نبی کریمؐ کی نمازیں	مولانا طاہر رسول قادری	22/-
نراشنس اور آخری رسولؐ	پنڈت وید پرکاش اپادھیائے	10/-
آنحضرتؐ کا سلسلہ نسب اور اہل کتاب	مولانا حمید الدین فراہیؒ	5/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652, 26946447(D) Fax : 26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com. Website: www. mmipublishers.n

جامعۃ الصّفۃ ورنگل

دعوت دین واقامت دین کے لئے ایک تعلیمی تحریک

الحمدللہ! جامعۃ الصفہ ورنگل اپنا پانچواں تعلیمی سال مکمل کر کے چھٹے سال کا سفر طے کر رہا ہے اور اپنے طے کردہ مقاصد کے تحت پیش قدمی کر رہا ہے۔ پانچ سال کی مختصری مدت میں بفضلہٖ تعالیٰ گزشتہ دو سالوں میں ۱۰ طلبہ نے حفظ کی تکمیل کی ہے اور امسال اللہ کے فضل وکرم سے مزید ۱۴ طلباء حفظ قرآن کی تکمیل کر چکے ہیں۔

جامعہ کا شعبہ عالمیت

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں عربی اول تا چہارم جماعتیں قائم ہیں جس میں تشنگان علم وخادمان دین اپنے علم کی پیاس بجھا رہے ہیں تاکہ وہ معاشرہ میں منصبی کردار ادا کر سکیں۔ جامعہ میں تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ طلباء کی کردار سازی اور اسلامی فکر کی پختگی پر خاص توجہ کی جاتی ہے۔ جامعہ میں اس وقت ۱۴۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلبہ دارالاقامہ میں مقیم ہیں ان کی تعلیم، رہائش وطعام کے اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی سے مکمل کئے جاتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) الحمدللہ! طلباء کو تلگو وانگریزی زبان بھی پڑھائی جاتی ہے تاکہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دیا جا سکے۔

شعبہ تدریب ائمہ

جامعۃ الصفہ ورنگل میں اس سال تدریب ائمہ کا دو سالہ کورس شروع کیا جا رہا ہے جس میں ایسے طلباء کو داخلہ دیا جائے گا جو کم از کم آٹھویں جماعت کامیاب ہوں نیز جو اُردو یا تلگو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں اور بالخصوص دیہات کے رہنے والے ہوں۔ ان طلباء کو دوران تعلیم ماہانہ فی کس ایک ہزار روپے تعلیمی وظیفہ دیا جائے گا تاکہ طلباء اور اولیا طلباء کو یکسوئی ہو اور طلباء دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کر سکیں اور ان طلباء کے قیام وطعام کی ذمہ داری جامعہ پر ہوگی۔ ہر طالب علم پر ماہانہ ڈھائی ہزار روپیوں کا خرچ ہوگا (Rs.2,500/-) ادارہ اس سال ۲۰ طلباء کو تدریب ائمہ کے لئے داخلہ کا منصوبہ بنایا ہے۔ تدریب ائمہ کے دو سالہ کورس کے دوران ان منتخب طلباء کو امامت اور خطابت کے اصول قرآن، حدیث وفقہ کے علم اور حالات حاضرہ کے تقاضوں سے واقف کروایا جائے گا۔ اس دو سالہ کورس کی تکمیل کے بعد دیہاتوں میں ان طلباء کی خدمات سے استفادہ کیا جائے گا۔

محترم بھائی! آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ قادیانیت اور عیسائیت کے مبلغین مختلف طریقوں سے دیہات کے بھولے بھالے مسلمان بھائیوں کو مالی رغبت دلا کر مرتد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہا ہے کہ انہیں کامیابی بھی حاصل ہو رہی ہے جب کہ شہروں میں رہنے والے مسلمان، صاحب ثروت اور اہل علم حضرات اس جانب خاطر خواہ توجہ نہیں دے پا رہے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ دونوں فتنے امت مسلمہ کے لئے ایک بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں مسلمانوں کو جہاں مختلف پہلوؤں سے کام انجام دینا ہے وہیں مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ بالخصوص ائمہ مساجد کو بھی تیار کرنا ہے جو دینی تڑپ رکھتے ہوں اور شہروں سے دور دیہاتی پس منظر میں کام کے لئے آمادہ ہوں۔ جامعۃ الصفہ نے ایک طویل مدتی منصوبہ کے تحت اس اہم کام کو انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا ہے جس کے لئے خطیر رقم کی ضرورت ہے اس خصوص میں اہل خیر اور دین کا درد رکھنے والے احباب آگے آئیں اور ان طلباء کی کفالت کی ذمہ دار سنبھالیں۔ جامعۃ الصفہ اس اہم پراجکٹ کو اللہ کے فضل وکرم اور خیرخواہان دین وملت کے تعاون سے انجام دے گا۔ انشاءاللہ۔

تعاون کی شکلیں ☆ طلباء کی کفالت: تدریب ائمہ کے لئے فی طالب علم سالانہ 30,000/- روپے شعبہ حفظ کے لئے سالانہ 10,000/- روپے فی طالب علم ☆ شعبہ عالمیت کے لئے سالانہ 12,000/- فی طالب علم (مدت پانچ سال) ☆ اساتذہ کی تنخواہ کی شکل میں ماہانہ 48,000/= روپے ☆ تعمیری کام اور قرضوں کی ادائیگی کیلئے۔ **نوٹ**: جامعہ اپنے خیر خواہوں کو ابھی تک بارہ لاکھ روپے قرض واجب الادا ہے اس خصوص میں تعاون کی درخواست ہے۔

سرپرست جامعہ
حضرت مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ
امیر جماعت اسلامی ہند

JAMIA-TUS-SUFFAH
Deshaipet Road, Warangal, A.P. India

ناظم جامعہ
محمد خواجہ عارف الدین

Phone: +91-870-2424576, Cell:+91-9849004547 A/c No. 444351498 Indian Bank Mandi Bazar, Warangal A.P. INDIA

ایم اے ایف اکیڈمی

اے ۴۳ سیکٹر ۶۲، نوئیڈا

فاؤنڈر: محمد ابوالفضل فاروقی

نرسری تا XI داخلے جاری

★ سی بی ایس ای سے منظور شدہ ★ سی بی ایس ای کورس
★ اعلیٰ تربیت یافتہ اسٹاف ★ بچے کی پروگریس پر ہروقت نظر
★ ہر طالب علم پر خصوصی توجہ ★ سیکشن میں صرف ۲۵ طلباء
★ ابتداء سے کمپیوٹر کی تعلیم ★ ہروقت بجلی کے لئے جنریٹر موجود
★ ضروری سامان سے آراستہ سائنس لیب
★ کمرہ روشن، ہوادار، تپش سے محفوظ ★ ۲۴ ہزار مربع گز کا وسیع رقبہ
★ صد فیصد نتائج ★ سیٹیں محدود ★ داخلہ فارم ویب سائٹ پر دستیاب
★ داخلے کیلئے بچے کا ہونہار ہونا کافی ★ ٹرانسپورٹ کے لئے محفوظ اور آرام دہ بسیں
★ ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور جدید ترین سہولتوں سے آراستہ نہایت خوشنما عمارت
صد فیصد رزلٹ کے ساتھ سبھی طالب علم فرسٹ ڈویژن ڈسٹنکشن (Distinction) کے ساتھ پاس ہوئے ہیں۔

اعلیٰ ترین سہولتوں کے باوجود فیس کفایتی

Phone: (0120) 2400522, 6545202
Fax:(0120)2400510
e-mail: info@mafacademy.com
Website: www.mafacademy.com